



جامعہ دارالتقویٰ
لاہور کاترجان

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

رمضان المبارک
مئی
۱۴۴۱ھ
2020ء

اللہ سے دعا بھی اور جنگ بھی!



اعتکاف کے فضائل و احکام



بلاعذر فرض روزہ نہ رکھنے کا گناہ



عید الفطر، ایک روحانی مسرت



جامعہ دارالتقویٰ کے زیر اہتمام

علماء، طلباء، طالبات اور عوام الناس کیلئے

آن لائن دورہ تفسیر قرآن

(14 اپریل تا 25 رمضان 2020 - صبح 11:30 تا 12:15 بجے روزانہ)

مدیر: مفتی عبدالرحمن صاحب زید مجدھم (شیخ الحدیث جامعہ دارالتقویٰ)

علمی انداز میں عام فہم

دورہ تفسیر

ضرور شرکت فرمائیں

قرآن کریم کی منتخب آیات کا ترجمہ و تفسیر

آیات قرآنیہ سے ثابت شدہ عقائد و نظریات کی مکمل تشریح

آیات قرآنیہ سے غلط استدلال کرنے والوں کی مکمل تردید

<http://www.fb.com/jamiadarultaqwa>

+923222333224 darultaqwa.online@gmail.com

www.darultaqwa.org fb.com/jamiadarultaqwa

Mufti Online: +923004113082 ifta4u@yahoo.com



ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ
دارالتقویٰ
لاہور

بدعا حضرت اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد 9 رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ -- مئی 2020ء شماره 9

زیر سرپرستی

حضرت مولانا عثمان صاحب

حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

حضرت مولانا عامر رشید صاحب

حضرت مولانا جمیل الرحمن صاحب

مجلس مشاورت

حضرت مولانا اویس احمد صاحب

مدیر

مولانا عبدالودود ربانی

مدیر مسئول

مفتی محمد اسامہ مولانا ذوالکفل

مجلس ادارت

ماہنامہ دارالتقویٰ

فہرست

مئی 2020ء

فی شمارہ: ۳۰ روپے
سالانہ بدل خرچ: ۳۵۰ روپے

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ
متصل جامع مسجد الہدایہ
چوہدری پارک لاہور

سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے
مذکورہ پتہ پر مئی آرڈر کریں

فون نمبر:

04235967905
03005553616

اس دائرے میں سرخ نشان
مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

Email Address
monthlydarultaqwa
@gmail.com

مقام اشاعت:

متصل جامع مسجد الہدایہ
چوہدری پارک لاہور
پینک اکاؤنٹ نمبر

1001820660001

ناسٹل اکاؤنٹ دارالتقویٰ ٹرسٹ
ایم آئی بی برانچ کوڈ 159 (مسلم کمرشل بینک)

منطق: شریعت پر منتجک پریس

اداریہ
کیا اب بھی رجوع الی اللہ کا وقت نہیں آیا؟
مدیر مسؤل 5

درس قرآن

لیلیۃ القدر
مفتی عاشق الہی بلند شہری 9

مقالات و مضامین

اعتکاف کے فضائل و احکام
مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب 16

مکہ معظمہ
عرفان صدیقی 20

اللہ سے دعا بھی اور جنگ بھی!
انصار عباسی 27

زکوٰۃ
مولانا شیخ ولی خان مظفر 30

بلا عذر فرض روزہ نہ رکھنے کا گناہ
مفتی عبدالرؤف سکھروی 33

مسلم خوابیدہ اٹھ
مفتی محمد فیصل حمید 39

عید الفطر، ایک روحانی مسرت
مولانا لیتیق احمد نعمانی 43

صدر پاکستان کی دعوت پر اجلاس کا اعلامیہ مولانا قاری حنیف جالندھری 49

”جہان دیدہ“
مفتی محمد تقی عثمانی 54

سوانح حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ
مولانا محمد ذوالکفل 58

وہ اعذار جن کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے
مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب 63

حرفِ اولیں

کیا اب بھی رجوع الی اللہ کا وقت نہیں آیا؟

ماہِ مقدس کا آغاز ہو چکا ہے، یہ وہ مہینہ ہے جس کے آتے ہی نیکیوں کی کھیتیاں لہلہا اُٹھتی ہیں اور برائیوں کے سوتے خشک ہونے لگتے ہیں۔ گویا عبادتوں کا موسم بہار آ جاتا ہے اور مسلم معاشرے میں رحمتوں اور برکتوں سے لبریز ایک نئی زندگی دوڑ جاتی ہے، ماہِ مبارک نزولِ قرآن کا مہینہ ہے۔ تقویٰ پر ہیزگاری، غمگساری، محبت، الفت، ہمدردی، خیر خواہی اور خدمتِ خلق کا مہینہ ہے۔ رمضان مسلمانوں کی جسمانی و روحانی تربیت کا مہینہ ہے۔ اس مبارک اور مقدس مہینے کا ایک اہم تربیتی پہلو یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو حقوقِ العباد کی ادائیگی کے لئے خالص کرے، یہ مہینہ ہمیں حقوقِ اللہ میں مسابقت اور حقوقِ العباد کی ادائیگی میں اپنی کمی و کوتاہی کو دور کرنے کا موقع دینے آتا ہے۔

یہ رجوع الی اللہ کا مہینہ ہے، اس وقت انسان اپنی بد اعمالیوں کے سبب اللہ کی پکڑ میں ہے، اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مبارکہ سے رشتہ مضبوط ہو تو رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، اللہ کی ناراضی آفتوں کا سبب بنتی ہے، قدرتی آفات کے نزول سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے ناراض ہے، مسلمان کہلوانے والوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے رب کو منانے کیلئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو حضرت محمد ﷺ کے طریقے کے مطابق ڈھالیں اور توبہ استغفار کا راستہ اختیار کریں۔

زلزلے، طوفان، آندھیاں، آسمانی آفتیں و مصیبتیں اور وبائی امراض کی ہلاکت خیزیوں کے ظاہری اسباب کچھ بھی ہوں مگر حقیقی اور اہم سبب انسانوں کی اپنی بد اعمالیاں ہی ہیں کیونکہ یہ ضابطہ خداوندی ہے کہ جب انسان روئے زمین پر بشر بے مہار کی طرح انسانی حدود و قیود سے آزاد ہو کر، احکام خداوندی و سنت نبوی ﷺ سے بغاوت کر کے نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے لگتا ہے اور عریانی و فحاشی اعلانیہ ہونے لگتی ہے تو وہ قوم جلد یا بدیر اللہ کے عذاب کی پکڑ میں آجاتی ہے اور آج انسانیت اللہ کے عذاب کی پکڑ میں ہے۔ وقت کی سپر پاور طاقتیں اور ان کی ٹیکنالوجی بھی فیل ہو گئی ہے۔ دنیا بے بسی کی تصویر بنی ہوئی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبْتُمْ أَيْدِيكُمْ (الشوریٰ: ۳۰) (جو مصیبت بھی تم پر آتی ہے وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے)

سورہ روم کی آیت نمبر 41 میں ارشاد ہے: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

ترجمہ: ”خشکی اور تری میں لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی (اعمال) کے سبب خرابی پھیل رہی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اُن کے بعض اعمال کا مزہ انہیں چکھادے؛ تاکہ وہ باز آجائیں“
طاعون اور وباؤں کے پھیل جانے کی وجہ گناہوں کی کثرت اور اللہ کے احکام کی نافرمانی ہے جس کی وجہ سے اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے، قرآن کریم میں ہے:

فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ جُزْءٍ مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ (البقرہ 59)

ترجمہ: ”ہم نے نازل کی ان ظالموں پر ایک آفتِ سماوی (وہ آفتِ سماوی طاعون تھا۔ از حاشیہ) اس وجہ سے کہ وہ عدول حکمی (نافرمانی) کرتے تھے۔“

حیاء الصحابة میں ہے:

”حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اُردن میں طاعون میں مبتلا ہوئے تو جتنے مسلمان وہاں تھے ان کو بلا کر ان سے فرمایا:

”میں تمہیں ایک وصیت کر رہا ہوں اگر تم نے اسے مان لیا تو ہمیشہ خیر پر رہو گے اور وہ یہ ہے کہ نماز قائم کرو، ماہِ رمضان کے روزے رکھو، زکوٰۃ ادا کرو، حج و عمرہ کرو، آپس میں ایک دوسرے کو (نیکی کی) تاکید کرتے رہو اور اپنے امیروں کے ساتھ خیر خواہی کرو اور ان کو دھوکا مت دو اور دنیا تمہیں (آخرت سے)

غافل نہ کرنے پائے؛ کیوں کہ اگر انسان کی عمر ہزار سال بھی ہو جائے تو بھی اسے (ایک نہ ایک دن) اس ٹھکانے یعنی موت کی طرف آنا پڑے گا جسے تم دیکھ رہے ہو، اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم کے لیے مرنا طے کر دیا ہے، لہذا وہ سب ضرور مریں گے اور بنی آدم میں سب سے زیادہ سمجھ دار وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ اطاعت کرے اور اپنی آخرت کے لیے سب سے زیادہ عمل کرے۔“ (2/165، ط: مکتبۃ الحسن)

قاضی عبدالرحمن القرشی الدمشقی الشافعی اپنے زمانہ میں 764ھ کے طاعون سے متعلق لکھتے ہیں:
 ”جب طاعون پھیل گیا اور لوگوں کو ختم کرنے لگا، تو لوگوں نے تہجد، روزے، صدقہ اور توبہ و استغفار کی کثرت شروع کر دی اور ہم مردوں، بچوں، اور عورتوں نے گھروں کو چھوڑ دیا اور مسجدوں کو لازم پکڑ لیا، تو اس سے ہمیں بہت فائدہ ہوا۔“ (حیاء الصحابۃ)

لہذا اس کا حل اللہ کی طرف رجوع کرنا، توبہ و استغفار کرنا، اپنے گناہوں پر خوب ندامت کے ساتھ اللہ کے سامنے گڑگرائنا ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنا، مدارس اور مساجد کو آباد کرنا اور صدقہ و خیرات کی کثرت کرنا ہے، بحیثیت مسلمان ان وباؤں سے بچنے کے لیے ظاہری اسباب کے ساتھ ہمیں حقیقی سبب کی طرف متوجہ ہونا ہے اور وہ حقیقی سبب رجوع الی اللہ کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے، مشکل اور آزمائش کے اوقات میں اس سے افضل کوئی عمل نہیں، مسلمان کا اگرچہ ہر لمحہ رجوع الی اللہ پر مشتمل ہونا چاہئے چہ جائے کہ ہم عبادات میں مزید کوتاہی کرنے لگ جائیں، ایسے حالات میں مساجد کو اور بھی زیادہ آباد کرنے کی ضرورت ہے۔ (البتہ انتظامی امور کے باعث حکومتی احکامات کی پیروی کرنا بھی شرعی طور پر لازم ہے۔)

بہت ضروری ہے کہ ہم اللہ کے حضور توبہ و استغفار کریں اور اپنے خالق و مالک کو راضی کرنے والے اعمال میں لگ جائیں، صدقہ و خیرات کی کثرت کریں، کیوں کہ یہ اللہ رب العزت کو بہت زیادہ پسند ہے اور اس کے ذریعے اس کی ناراضی دور ہوتی ہے۔ اس وقت جب دنیا کو رونا کی لپیٹ میں ہے، امت کا مفلوک الحال اور سفید پوش طبقہ سخت مشکل میں ہے، ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان تک پہنچنا، ان کا حال دریافت کرنا اور ان کی اعانت کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئے گا اور ہمارا یہ عمل یقیناً خالق کائنات کے غصے کو رحمت میں بدلنے کا موجب ہوگا۔

دعاؤں کا اہتمام کیا جائے، کیونکہ یہ مؤمن کا ہتھیار ہے، اس سے مصیبتیں دور ہوتی ہیں دعا کی ایک صورت استغفار ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو استغفار کا اہتمام کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے

مصیبت سے باہر نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے، ہر فکر سے نجات عطا فرماتا ہے۔ (سنن ابوداؤد)
 اکابر علماء کرام نے کورونا اور اس جیسی ہر وبائی امراض سے بچنے کے لیے جو اوراد اور وظائف تلقین کیے
 ہیں وہ یہاں بیان کیے جاتے ہیں انہیں اپنے معمولات کا حصہ بنائیں اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت
 فرمائے۔ درود شریف کی کثرت کریں، کیوں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ پر درود پڑھا جائے تو اللہ کی طرف
 سے دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ رحمتوں کے نازل ہونے میں مصیبتوں کا دور ہونا بھی شامل ہے۔ اس لئے
 دعا کے ساتھ ساتھ استغفار اور درود شریف کی کثرت کی جائے۔

ماثور و منقول دعاوں کا اہتمام کریں جس میں جسم کی عافیت اور صحت کی دعائیں کی گئی ہیں، جیسے:

اللَّهُمَّ عَافِنِي فِي بَدَنِي، اللَّهُمَّ عَافِنِي فِي سَمْعِي، اللَّهُمَّ عَافِنِي فِي بَصَرِي، لَا
 إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ، وَالْفَقْرِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ
 الْقَبْرِ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ". (صحیح سنن ابی داؤد 959/3)

صبح و شام (فجر اور مغرب کے بعد) تین تین مرتبہ مندرجہ ذیل دعاؤں کا اہتمام کریں:

"أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ".

"بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ
 السَّمِيعُ الْعَلِيمُ".

اور درج ذیل درود شریف کا کثرت سے ورد کیا جائے:

"اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بَعْدَ كُلِّ دَاوِءٍ وَدَوَاءٍ
 وَبَعْدَ كُلِّ عِلَّةٍ وَشِفَاءٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ"

• (شفاء القلوب، ص: 223، ط: مکتبہ نبویہ، ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول ﷺ، درود نمبر

144، روح البیان - 234/7، ط: دارالکتب العلمیہ)

والسلام

عبدالودود ربانی

مدیر مسؤل

درس قرآن
مفتی عاشق الہی بلند شہری

لیلة القدر

... سورة القدر ... آیت نمبر 1 تا 5

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۚ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ
شَهْرٍ ۚ تَنزِيلُ الْمَلَكِ وَالرُّوحِ فِيهَا يُأْتِيهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ۚ سَلَّمَ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ
الْفَجْرِ ۚ

ترجمہ: ”بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس میں فرشتے اور روح القدس اپنے رب کے حکم سے ہر امر کو لے کر اترتے ہیں، وہ سہرا سلامتی ہے وہ فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔“
تفسیر:

اوپر سورۃ القدر کا ترجمہ کیا گیا ہے جس میں قرآن مجید نازل فرمایا گیا اور شب قدر کی برکات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اول تو یوں فرمایا: **إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ** (بیشک ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا) قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے تیس سال میں نازل ہوا ہے پھر شب قدر میں نازل فرمانے کا کیا مطلب ہے؟ اس کے بارے میں حضرات مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ پورا قرآن مجید لوح محفوظ سے اتار کر آسمان دنیا یعنی

قریب والے آسمان میں اتار دیا گیا، وہاں بیت العزت میں رکھ دیا گیا پھر جبرائیل (علیہ السلام) حسب الحکم تھوڑا تھوڑا کر کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس وحی کے طور پر لاتے رہے۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ ﴾

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم ماہ رمضان میں نازل ہوا، چونکہ شب قدر رمضان میں ہوتی ہے اس لیے اس میں کوئی تعارض نہیں۔

شب قدر کی فضیلت بتاتے ہوئے اول تو سوال کے پیرایہ میں اس کی اہمیت بتائی اور فرمایا ﴿ وَمَا آذَنُكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴾ (اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے؟) اس کے بعد ارشاد فرمایا ﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ أَحْسَنُ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴾ (شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ہزار مہینے تک اعمال صالحہ میں مشغول رہے جن میں شب قدر نہ ہو اور کوئی شخص شب قدر میں مشغول عبادت رہے تو اس کا یہ عمل ہزار ماہ اعمال صالحہ میں لگے رہنے والے شخص سے افضل ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کا ذکر کیا گیا جو نبی سبیل اللہ ہزار ماہ تک اپنے کندھے پر جہاد کے ہتھیار اٹھائے رہا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ بات پسند آئی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے پروردگار! آپ نے میری امت کو دوسری امتوں کے مقابلہ میں عمریں کم دی ہیں اور عمریں کم ہونے کی وجہ سے ان کے اعمال بھی کم ہیں (ان کے لیے بھی زیادہ ثواب کی کوئی سبیل ہونی چاہیے) اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ پر سورہ قدر نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (معالم التنزیل صفحہ ۵۱۳ ج ۴)

ہزار مہینوں کے ۸۳ سال اور ۴ مہینے ہوتے ہیں، پھر شب قدر کو ہزار مہینوں کے برابر نہیں بتایا بلکہ ہزار مہینے سے بہتر بتایا۔ کس قدر بہتر ہے اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ مومن بندوں کے لیے شب قدر بہت خیر و برکت کی چیز ہے، ایک رات جاگ کر عبادت کر لیں اور ہزار مہینوں سے زیادہ عبادت کا ثواب پالیں اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے؟ اسی لیے تو حدیث شریف میں فرمایا: (من حرمها فقد حرم الخیر کلہ ولا یحرم خیرھا الا کل محروم) (یعنی جو شخص شب قدر سے محروم ہو گیا گویا پوری بھلائی سے محروم ہو گیا اور شب قدر کی خیر سے وہی محروم ہوتا ہے جو کامل محروم ہو۔) (ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ چند گھنٹے کی رات ہوتی ہے اور اس میں عبادت کر لینے سے ہزار مہینے سے زیادہ

عبادت گزارنے کا ثواب ملتا ہے چند گھنٹے بیدار رہ کر نفس کو سمجھا بچھا کر عبادت کر لینا کوئی ایسی قابل ذکر تکلیف نہیں جو برداشت سے باہر ہو، تکلیف ذرا سی اور ثواب بہت بڑا، اگر کوئی شخص ایک پیسہ تجارت میں لگا دے اور بیس لاکھ روپے کا نفع پائے اس کو کتنی خوشی ہوگی اور جس شخص کو اتنے بڑے نفع کا موقع ملا پھر اس نے توجہ نہ کی اس کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ وہ پورا اور پکا محروم ہے۔

پہلی امتوں لاکھ عمریں زیادہ ہوتی تھیں۔ اس امت کی عمر بہت سے بہت ۷۰، ۸۰ سال ہوتی ہے اللہ پاک نے یہ احسان فرمایا کہ ان کو شب قدر عطا فرمادی اور ایک شب قدر کی عبادت لاکھ درجہ ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ کر دیا، محنت کم ہوئی، وقت بھی لگام لگا اور ثواب میں بڑی بڑی تکبر والی امتوں سے بڑھا دیا اس امت پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و انعام ہے۔ **فلله الحمد علی ما اعطی وانعم واکرم**

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو (یعنی ان راتوں میں محنت لاکھ کے ساتھ لگو، ان میں کوئی نہ کوئی رات شب قدر ہوگی)۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۸۲) کیونکہ بعض روایات میں ستائیسویں شب لاکھ خصوصی ذکر آیا ہے اس لیے اس میں شب بیدار لاکھ کرنا یعنی نماز اور تلاوت اور ذکر میں لگے رہنے لاکھ خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایمان لاکھ کے ساتھ ثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان لاکھ کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف لاکھ کر دیئے جائیں گے اور جس نے رمضان کی راتوں میں ایمان لاکھ کے ساتھ اور ثواب سمجھتے ہوئے نمازوں میں قیام لاکھ کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے ایمان لاکھ کے ساتھ ثواب کی امید رکھتے ہوئے شب قدر میں قیام لاکھ کیا یعنی نمازیں پڑھتا رہا اس کے پچھلے گناہ معاف لاکھ کر دیئے جائیں گے۔

قیام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں کھڑا رہے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ تلاوت اور ذکر میں مشغول ہو اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریاء وغیرہ کسی طرح کی خراب نیت سے عبادت میں مشغول نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کی نیت سے عبادت میں لگا رہے، علماء نے فرمایا کہ ثواب کا یقین لاکھ لاکھ بشارت قلب سے کھڑا ہو جو بوجھ سمجھ کر بددلی کے ساتھ عبادت میں نہ لگے، ثواب کا یقین اور اعتقاد جس قدر زیادہ ہوگا اتنا ہی عبادت میں مشقت لاکھ برداشت لاکھ کرنا سہل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جو

شخص قرب الہی میں جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے عبادت میں اس کا انہماک زیادہ ہوتا جاتا ہے۔
 نیز یہ بھی معلوم ہو جانا ضروری ہے کہ حدیث بالا اور اس جیسی احادیث میں گناہوں کی معافی کا ذکر ہے، علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے وہاں صغیرہ گناہ مراد ہوتے ہیں اور صغیرہ گناہ ہی انسان سے بہت زیادہ سرزد ہوتے ہیں، عبادت کا ثواب ملے اور ہزاروں گناہوں کی معافی بھی ہو جائے کس قدر نفع عظیم ہے۔
 سیدہ عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کیا کہ اگر مجھے پتہ چل جائے کہ کون سی رات شب قدر ہے تو میں اس میں کون سی دعا مانگوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یوں دعا مانگنا: (اللهم انک عفو نحب العفو فاعف عنی) (اے اللہ اس میں شک نہیں کہ آپ معاف کرنے والے ہیں، معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں، لہذا مجھے معاف فرما دیجئے)۔

دیکھیے کیسی دعا ارشاد فرمائی، نہ زرا مانگنے کو بتایا نہ زمین، نہ دھن نہ دولت، کیا مانگا؟ معافی۔ بات اصل یہ ہلاکہ آخرت کا معاملہ سب سے زیادہ کٹھن ہے وہاں اللہ کے معاف فرمانے سے کام چلے گا، اگر معافی نہ ہوئی اور خدا نخواستہ عذاب میں گرفتار ہوئے تو دنیا کی ہر نعمت اور دولت و ثروت بیکار ہوگی، اصل شے معافی اور مغفرت ہی ہے۔

لڑائی جھگڑا کا اثر:

حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دن اس لیے باہر تشریف لائے کہ ہمیں شب قدر لاکھی اطلاع فرمادیں، مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لیے آیا کہ تمہیں شب قدر لاکھی اطلاع دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اس کی تعیین میرے ذہن سے اٹھالی گئی لاکھی بعید ہلاکہ یہ اٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو۔ (رواہ البخاری)

اس مبارک حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا جھگڑا اس قدر برا عمل ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ پاک نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قلب مبارک سے شب قدر کی تعیین اٹھالی یعنی کس رات کو شب قدر ہے مخصوص لاکر کے اس کا علم جو دے دیا گیا تھا وہ قلب سے اٹھالیا گیا۔ اگرچہ بعض وجوہ سے اس میں بھی امت کا فائدہ ہو گیا، جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم ابھی ذکر کریں گے، لیکن سبب آپس میں جھگڑا بن گیا جس سے آپس میں جھگڑنے والی مذمت کا پتہ چلا۔

شب قدر کی تعیین نہ کرنے میں مصالِح:

علماء کرام نے شب قدر کو پوشیدہ رکھنے یعنی مقرر کر کے یوں نہ بتانا کے بارے میں لاکھ فلاں رات کو شب قدر ہے چند مصلحتیں بتائی ہیں۔

اول: یہ کہ اگر تعیین باقی رہتی تو بہت سے لوگوں کو تاہ طباہع دوسری راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتے اور موجودہ صورت میں اس احتمال پر شاید آج ہی شب قدر ہو، متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔

دوسری: یہ کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو معاصی یعنی گناہ کیے بغیر نہیں رہتے۔ تعیین ملا کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے معصیت ملا کی جرأت کی جاتی تو یہ بات سخت اندیشناک تھی۔

تیسری: یہ کہ تعیین ملا کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی کی وجہ سے پھر کسی رات کا جاگنا بشارت ملا کے ساتھ نصیب نہ ہوتا، اور بشارت ملا کے ساتھ رمضان کی چند راتوں کی عبادت شب قدر کی تلاش میں نصیب ہو جاتی ہے۔

چوتھی: لیلیۃ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جل شانہ ملائکہ پر تفاعل فرماتے ہیں اس صورت میں تفاعل کا موقع زیادہ ہے کہ باوجود معلوم نہ ہونے کے محض احتمال پر رات بھر جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی مصالِح ہو سکتی ہیں۔ جھگڑ ملا کی وجہ سے اس خاص رمضان المبارک میں تعیین جھلا دی گئی اور اس ملا کے بعد مصالِح مذکورہ یا دیگر مصالِح کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے تعیین چھوڑ دی گئی۔ اس میں بھی امتلا کے لیے خیر ہی ہے۔

﴿ تَنزَلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِیْہَا بِاِذْنِ رَبِّہِمۡ ۙ مِنْ کُلِّ اٰمِرٍ ۙ ﴾ (اس رات میں فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر کو لے کر اترتے ہیں) الملائکہ کے ساتھ الروح بھی فرمایا جس سے جمہور علماء کے نزدیک حضرت جبرائیل (علیہ السلام) مراد ہیں۔ اسی لیے ترجمہ میں لفظ القدس اختیار کیا گیا ہے۔ بعض حضرات نے روح کا ترجمہ رحمت بھی کیا ہے۔ من کل امر ک کی تفسیر کے بارے میں روح المعانی میں چند اقوال لکھے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ فرشتے اللہ کی طرف سے ہر طرف کی خیر و برکت لے کر نازل ہوتے ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ جب لیلیۃ القدر ہوتی ہے تو جبرائیل (علیہ السلام) فرشتوں کی ایک جماعت میں نازل ہوتے ہیں اور ہر وہ بندہ جو

کھڑے ہوئے یا بیٹھے ہوئے اللہ کا ذکر لارہا ہوا ان سب پر رحمت بھیجتے ہیں پھر جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے بطور فخر ان بندوں کو پیش فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! اس مزدور کی کیا جزاء ہے جس نے اپنا عمل پورا کر دیا ہو، فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! اس کی جزاء یہ ہے کہ اس کا اجر پورا دے دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے کہ اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور میری بندیوں نے میرا فریضہ پورا کر دیا جو ان پر لازم تھا اور اب گر گڑا لہا کے لیے نکلے ہیں، قسم ہے میری عزت و جلال و کرم کی اور میرے علو و ارتفاع کی کہ میں ضرور ان کی دعا قبول کروں گا۔ پھر بندوں کو ارشاد ہوتا ہے کہ میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا لہذا اس کے بعد (عید گاہ سے) بخشے بخشائے واپس ہوتے ہیں۔ (بیہقی شعب الایمان)

سَلَّم یہ رات سراپا سلامتی ہے پوری رات فرشتے ان لوگوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں جو اللہ کے ذکر و عبادت میں لگے رہتے ہیں اور بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بتایا کہ شب قدر پوری کی پوری سلامتی اور خیر والی ہے اس میں شر نام کو نہیں ہے اس میں شیطان کسی کو برائی پر ڈال دے یا کسی کو تکلیف پہنچا دے اس کی طاقت سے باہر ہے۔ (ذکرہ فی معالم التزیل)

﴿هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾ (رح) ۱۰۰۵ ﴿یہ رات فجر طلوع ہونے تک رہتی ہے﴾ اس میں یہ بتا دیا کہ لیلیۃ القدر رات کے کسی حصے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے شروع حصے سے لاکر صبح صادق ہونے تک برابر شب قدر اپنی خیرات اور برکات کے ساتھ باقی رہتی ہے۔

فائدہ: وجہ تسمیہ لیلیۃ القدر اس نام سے لایوں موسوم کی گئی؟ اس کے بارے میں بعض حضرات نے تو یہ فرمایا ہے کہ چونکہ اس رات میں عبادت گزاروں کا شرف بڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے اعمال کی قدر دانی بہت زیادہ ہو جاتی ہے اس لیے شب قدر کہا گیا۔

بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ چونکہ اس رات میں تمام مخلوقات کا نوشتہ آئندہ سال کے اسی رات کے آنے تک ان فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے جو کائنات کی تدبیر اور تنفیذ امور کے لیے مامور ہیں اس لیے اس کو لیلیۃ القدر کے نام سے موسوم کیا گیا اس میں ہر انسان کی عمر اور مال اور رزق اور بارش وغیرہ کی مقدار مقررہ فرشتوں کے حوالہ کر دی جاتی ہیں۔ محققین کے نزدیک چونکہ سورۃ دُحَّان کی آیت ﴿فِيهَا يُفْرَقُ﴾

کُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٌ ﴿۱﴾ کا مصداق شب قدر ہی ہے۔ اس لیے بلاہنا درست ہے کہ شب قدر میں آئندہ سال پیش ہونے والے امور کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے یعنی لوح محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔

شعبان کی پندرہویں شب جسے لیلیۃ البرأت کہا جاتا ہے اس کی جو فضیلتیں وارد ہوئی ہیں جن کی اسانید ضعیف ہیں ان میں حضرت عائشہؓ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات سلا لکھ دیا جاتا ہے ﴿کہ اس سال میں کونسا بچہ پیدا ہوگا اور کس آدمی کی موت ہوگی اور اس رات میں بنی آدم کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اسی میں اللہ کے رزق نازل ہوتے ہیں۔

مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۱۵ میں یہ حدیث کتاب الدعوات للامام اللیثی سے نقل کی ہے جسے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اور بعض حضرات نے شب قدر اور شب برأت کے فیصلوں کے بارے میں یہ توجیہ لگی ہے کہ ممکن ہے کہ واقعات شب برأت میں لکھ دیئے جاتے ہوں اور شب قدر میں فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہوں۔ صاحب بیان القرآن نے سورہ دخان کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ احتمال کے لیے ثبوت کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فائدہ: چونکہ شب قدر رات میں ہوتی ہے اس لیے اختلاف مطالع کے اعتبار سے مختلف ملکوں اور شہروں میں شب قدر مختلف اوقات میں ہو تو اس سے کوئی اشکال لازم نہیں آتا کیونکہ بمشیت الہی ہر جگہ کے اعتبار سے جو رات شب قدر ہوگی وہاں اس رات کی برکات حاصل ہوں گی۔

فائدہ: جس قدر ممکن ہو سکے قدر کو عبادت میں گزاریں، کچھ بھی نہیں تو کم از کم مغرب، عشاء اور فجر کی نماز تو جماعت سے پڑھ ہی لیں اس کا بھی بہت زیادہ ثواب ملے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لی گویا اس نے آدھی رات نماز میں قیام کیا اور جس نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھ لی گویا اس نے پوری رات نماز پڑھ لی۔ (رواہ مسلم صفحہ ۲۳۲ ج ۱)

وهذا آخر تفسير سورة القدر والحمد لله الذي اكرم هذه الامة بها وانعم

عليها والصلوة والسلام على سيد الرسل الذي انزلت عليه وجاء بها وعلى اله

وصحبه ومن تلاها عمل بها۔



درسِ حدیث

مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب نور اللہ مرقدہ

اعتکاف کے فضائل و احکام

مسنون اعتکاف

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی۔ آپ (کی وفات) کے بعد آپ ﷺ کی ازواج (ان دنوں کا) اعتکاف کرتی رہیں۔ (بخاری)

اعتکاف کیلئے روزہ شرط ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ سنت ہے کہ اعتکاف روزے کے بغیر نہیں ہوتا۔ (ابوداؤد)

اعتکاف کہاں ہو سکتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ سنت ہے کہ اعتکاف صرف اس مسجد میں ہوتا ہے جس میں جماعت کے ساتھ نماز ہوتی ہو۔ (ابوداؤد)

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا! کیا آپ کو ایسے لوگوں پر تعجب نہیں جو آپ کے گھر اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے گھر کے درمیان (اپنے گھروں میں) اعتکاف کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا شاید وہ درست کرتے ہوں اور میں ہی خطا

پر ہوں یا ان کو بات یاد رہو اور میں ہی بھول گیا ہوں لیکن مجھے تو یہی معلوم ہے کہ اعتکاف صرف اسی مسجد میں ہو سکتا ہے جس میں جماعت (کے ساتھ نماز) ہوتی ہو۔ (طبرانی)

اعتکاف کے احکام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں اعتکاف کرنے والے کیلئے سنت سے حکم یہ ہے کہ وہ کسی مریض کی عیادت کے لئے نہ نکلے اور نہ نماز جنازہ پڑھنے کے لئے نکلے اور نہ کسی عورت کو (شہوت سے) چھوئے اور نہ اس سے چمٹے اور سوائے ناگزیر حاجت کے، کسی حاجت کے لئے نہ نکلے۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف میں ہوتے تو مسجد میں ہوتے ہوئے آپ اپنا سر میرے قریب کر دیتے اور میں (اپنے کمرے میں ہوتے ہوئے) آپ کے کنگھی کر دیتی اور آپ سوائے انسانی طبعی ضرورت کے گھر میں داخل نہ ہوتے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں ہوتے ہوئے جب اپنی کسی طبعی ضرورت سے مسجد سے نکلتے تو (گذرتے گزرتے مریض کی عیادت کر لیتے ٹھہر کر اس کی حالت نہ پوچھتے)۔ (ابوداؤد)

اعتکاف کب شروع کیا جائے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ کرتے تو (میسویں تاریخ کو) فجر پڑھتے پھر (ضروری کام کاج سے فارغ ہو کر مغرب سے پہلے) اپنے معتکف میں داخل ہو جاتے اور آپ جب رمضان کے آخری دس دن کا اعتکاف کرتے تو اپنا خیمہ لگانے کا حکم دیتے جو لگا دیا جاتا۔ (مسلم)

معتکف کے لئے چار پائی یا بستر بچھانا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف کرتے تو آپ کے لئے (مسجد میں) ستون تو بہ کے پیچھے بستر بچھا دیا جاتا یا چار پائی لگا دی جاتی۔ (ابن ماجہ)

مسنون اعتکاف شب قدر حاصل کرنے کیلئے ہے

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک مرتبہ شروع میں) رمضان کے پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر ایک ترکی خیمہ میں درمیانے عشرہ کا اعتکاف کیا۔ پھر آپ نے اپنا سر باہر نکالا اور فرمایا میں نے شب قدر کی تلاش میں پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر درمیانے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ شب قدر تو آخری عشرہ میں ہے تو جس شخص نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ آخری عشرہ کا بھی اعتکاف کرے (تا کہ اصل مقصود حاصل ہو) (مسلم)

نبی ﷺ ہر سال صرف آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے تھے

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ (جب سے آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ شب قدر آخری عشرہ میں ہوتی ہے اس وقت سے) رسول اللہ ﷺ ہر سال (رمضان کے آخری) دس دن کا اعتکاف کرتے تھے۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ دو سال اعتکاف نہ کر پائے تو آپ نے بعد میں قضا کی

پہلا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف کا ارادہ کیا تو اپنے لئے خیمہ لگانے کا حکم دیا۔ خیمہ لگا دیا گیا۔ کہتی ہیں جب میں نے آپ ﷺ کے لئے خیمہ لگتے دیکھا تو میں نے بھی (آپ سے اجازت لے کر) اپنے لئے خیمہ لگانے کو کہا جو لگا دیا گیا اور (مجھے دیکھ کر) میرے علاوہ آپ کی دیگر ازواج (یعنی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا) نے بھی اپنے لئے خیمہ لگانے کو کہا جو لگا دیئے گئے۔ جب نبی ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی اور (اپنے خیمے کے ساتھ اپنی ازواج کے) خیموں کو لگے دیکھا تو فرمایا کہ کیا تمہارا ارادہ نیکی حاصل کرنے کا ہے؟ (اگر ایسا ہی ہے تو نیکی کمانے کے لئے حالات کو بھی تو دیکھنا چاہئے۔ اگر اور ازواج بھی اپنے خیمے لگانے کو سوچ لیں تو مسجد میں نمازیوں کے لئے جگہ کہاں رہے گی اور بغیر خیمے کے عورتوں کا مسجد میں مستقل ٹھہرنا غیر مناسب اور حیا کے خلاف ہے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں پھر آپ ﷺ نے چونکہ ابھی اکیسویں

شب شروع نہ ہوئی تھی اور بیسویں تاریخ کا دن تھا اس لئے تاکید کی خاطر، اور اس لئے بھی کہ ازواج پر اس سال اعتکاف کا ترک آسان ہو، اپنے خیمے کے بارے میں حکم دیا اور وہ اکھیڑ دیا گیا اور (پھر) آپ نے اپنی ازواج کو اپنے خیمے اکھیڑنے کا حکم دیا تو وہ اکھیڑ دیئے گئے۔ پھر آپ ﷺ نے (اس سال رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف نہیں کیا بلکہ) شوال کے پہلے عشرہ کا (یعنی 2 شوال سے 11 شوال تک) اعتکاف کیا۔ (ابوداؤد)

دوسرا واقعہ

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے تھے۔ ایک سال (یعنی 8ھ میں فتح مکہ کی وجہ سے) آپ ﷺ سفر میں تھے اس لئے اعتکاف نہ کر سکے جب (آئندہ یعنی 9ھ کا سال چھوڑ کر) اگلا (10ھ کا) سال ہوا تو آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا (دس دن اس سال کے اور دس دن سابقہ سال کے، کیونکہ اگرچہ مسنون اعتکاف کی قضا نہیں ہوتی لیکن آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جس عمل کو اختیار کرتے ظاہری صورت میں بھی اس پر مداومت فرماتے)۔ (ابن ماجہ)۔

فائدہ: اگرچہ حدیث کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے بیس دن کا اعتکاف سن 9ھ کے رمضان میں کیا ہوگا لیکن چونکہ حضرت ابی بن کعبؓ نے آپ ﷺ کے معمول میں صرف ایک مرتبہ بیس دن کا اعتکاف کرنے کا ذکر کیا ہے اور مندرجہ ذیل حدیث میں نبی ﷺ کا اپنی عمر کے آخری سال 10ھ کے رمضان میں بیس دن کا اعتکاف کرنے کی تصریح ملتی ہے اس لئے ترجیح اسی کو حاصل ہے کہ اگلے سال سے مراد 10ھ کا سال ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات والے سال بیس دن کا اعتکاف کیا۔ (بخاری)۔



عرفان صدیقی
ادیب و کالم نگار

مکہ معظمہ

گاڑی فراٹے بھرتی مکہ معظمہ کی طرف جا رہی تھی۔ انٹرنیشنل چل رہا تھا اور ہم ٹھنڈی فضا میں، احرام بندھے، نرم و گداز سیٹوں پر نیم دراز تھے۔ دور دکھتی دھوپ میں کونکے جیسے سیاہ پتھروں میں راستہ بناتی دو اونٹنیاں چل رہی تھیں۔ دھوپ چمکی ہوئی تھی اور حد نظر تک کوئی گھنا سا یہ دار درخت دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ غار ثور سے نکلنے کے بعد وہ چار ہو گئے تھے۔ لہو کے پیاسے اہل قریش بھٹکتے پھر رہے تھے۔ محمد اور اس کے رفیق سفر کو ڈھونڈ نکالنے والے کے لئے ایک سوسرخ اونٹوں کا انعام مقرر ہو چکا تھا۔ قبیلہ بنو مدلج کے سردار سراقہ بن مالک کو خبر ہوئی کہ محمد کا مختصر قافلہ ایک مقام پر دیکھا گیا ہے۔ اس نے گھوڑے پہ زین کسی، نیزہ سنبھالا اور آن کی آن میں ہوا ہو گیا۔ صدیق اکبرؐ کی نگاہ دور ایک گھڑسوار پر پڑی۔ پریشان ہوئے۔ قافلہ سالار گویا ہوئے۔ ”ڈرو مت۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

سراقہ بن مالک نے قافلے کو آلیا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھنا چاہتا تھا کہ گھوڑے کے دونوں اگلے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ ”اس کے دل میں شدید خوف نے کروٹ لی۔ آواز دی ”اے محمد! مجھے اس عذاب سے نکالنے، میں واپس جانا چاہتا ہوں“ حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔ سراقہ نے کہا۔ ”مجھے ایک پروانہ امن عطا فرمائیے جو آپ کے اور میرے درمیان نشانی رہے۔“ چمڑے کے ایک ٹکڑے پر صدیق اکبرؐ کے غلام نے چند الفاظ لکھے۔ سراقہ نہال ہو کر واپس چلا گیا، ابھی وہ چند قدم ہی گیا تھا کہ حضور ﷺ نے آواز دی

”سراقہ! اس دن تمہیں کیسا لگے گا جس دن تمہارے ہاتھوں میں کسریٰ بن ہرمز کے کنگن ہوں گے؟“ سراقہ کے دل میں بدلتی ہوئی رت کی ہوائیں چلنے لگی تھیں لیکن وہ یہ ماننے کے لئے تیار نہ تھا کہ کسی دن محمد ﷺ اتنا طاقت ور ہو جائے گا کہ دنیا کی سپر پاور اس کے قدموں میں ڈھیر ہو جائیں گی اور کسریٰ بن ہرمز کے کنگن میری کلائیوں کی زینت بنیں گے۔ وہ مسکرایا اور گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ مکہ واپس پہنچ کر اس نے قریش سے کہا۔ ”اس طرف جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں چپہ چپہ چھان آیا ہوں“

گاڑی کے شفاف شیشوں سے جھانکتے ہوئے سنگلاخ سرزمین کے نشیب و فراز دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ بنو مدج کے سردار سراقہ بن مالک کا گھوڑا کس مقام پر ہوگا جب سرور کونین ﷺ کی زبان مبارک سے ایک بشارت ہوئی اور بری نیت سے اپنے تعاقب میں آنے والے اک بدو کو مالا مال کر گئی! بعض ساعتیں کتنی سعید ہوتی ہیں کہ یکا یک کسی انسان کا مقدر بدل کے رکھ دیتی ہیں؟ سراقہ بن مالک مکہ واپس آتے ہوئے کیا سوچتا رہا ہوگا۔

مکہ، طائف اور حنین کی فتوحات کے بعد حضور ﷺ حعرانہ کے مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے کہ ایک شخص تمام رکاوٹیں توڑتا، دندناتا ہوا آگے بڑھا۔ انصار کے ایک دستے نے اسے روکا لیکن وہ بڑھتا چلا گیا۔ حضور ﷺ اونٹنی پہ سوار تھے۔ بدو نے رکاب تھامی اور بولا ”اے اللہ کے رسول! میں سراقہ بن مالک ہوں، یہ ہے آپ کا عطا کردہ پروانہ“ حضور نے ﷺ فرمایا ”ہاں آج کا دن مہربانی اور احسان کرنے کا دن ہے۔ وفا نبھانے کا دن ہے۔ میرے قریب آؤ سراقہ۔“ اور پھر ایک دست شفقت سراقہ کے دونوں جہان منور کر گیا۔ اب وہ صحابی رسول تھا اور سپاہ اسلام کا صف شکن جانناز، حضور ﷺ نے انتقال فرمایا، خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ رخصت ہوئے۔ یہ امیر المومنین عمر ابن الخطابؓ کا عہد تھا جب کسریٰ کی سلطنت نگوں ہوئی۔ کسریٰ بن ہرمز کے کنگن، اس کی طلائی پیٹی اور تاج مدینہ منورہ پہنچے۔ لمبی عمر پانے والا سراقہ شاید نبی ﷺ کی بشارت بھول چکا تھا۔ مال غنیمت خلیفۃ المسلمین کے سامنے لایا گیا۔ کسی نے بتایا کہ یہ کسریٰ بن ہرمز کے کنگن ہیں۔ امیر المومنین کی آنکھیں بھرا آئیں، بولے ”سراقہ بن مالک کہاں ہے؟ اسے ڈھونڈ کر لاؤ۔“ سراقہ کو لایا گیا۔ عمرؓ بولے ”میرے قریب آؤ سراقہ۔ آج میرے نبی ﷺ کی بشارت پوری ہونے کا دن ہے۔ اپنے ہاتھ آگے بڑھاؤ۔ امیر المومنینؓ نے کنگن اس کی کلائیوں میں ڈال دیئے۔ سوسرخ اونٹوں کے لالچ میں محمد ﷺ کے تعاقب میں نکل کھڑے ہونے والے بدو کو کیا خبر تھی کہ نبی رحمت ﷺ کی ایک نگاہ اسے کن رفعتوں

پرسرفراز کرنے والی ہے۔

ہماری گاڑی کی رفتار خاصی تیز تھی۔ کشادہ ہموار شاہراہ سے دور پتھروں، گھاٹیوں، پہاڑیوں اور ریت کے ٹیلوں کے بچوں بچ چلنے والے قافلے کو ہم سے بہت پیچھے رہ جانا چاہئے تھا لیکن وہ ہمارے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ میں مدینہ سے مکہ جا رہا تھا اور یہ قافلہ نور مکہ سے مدینہ کو سفر کر رہا تھا لیکن نہ جانے کیوں وہ مجھ سے دور نہیں ہو رہا تھا۔ میں جب بھی شیشے سے باہر جھانکتا وہ مجھے صاف دکھائی دیتا۔ سید الانبیاء ﷺ، صدیق اکبرؓ ان کے غلام اور ایک رہبر پر مشتمل یہ چار کئی کارواں بھی کیا کارواں تھا کہ تاریخ انسانی کو عظیم ترین انقلاب سے ہمکنار کر گیا۔

مکہ کی حدود میں داخل ہوتے ہوئے وہ قافلہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ ایک نئی پر جلال بارگاہ کا دروازہ کھل رہا تھا۔ کعبۃ اللہ میں ایک عجیب طرح کا شکوہ ہے۔ سیاہ مخملیں غلاف میں لپیٹی یہ عمارت وہ مرکز ثقل ہے جس کی طرف ساری دنیا کے مسلمان کھنچے چلے آتے ہیں۔ اس پہ نگاہ پڑتے ہی روح میں ایک ارتعاش سا پیدا ہوتا ہے۔ بندگی کا احساس لہو کی ایک ایک بوند میں کسمانے لگتا ہے۔ صنم آشنا دل رکھنے والوں کی جبینوں میں بھی ہزاروں سجدے مچنے لگتے ہیں۔ بڑے بڑے تاجداروں کے سر خود بخود ختم ہونے لگتے ہیں۔ اپنی فرد عمل کے اوراق کھلنے لگتے ہیں۔ اور دعاؤں کا باب فضیلت واہو جاتا ہے۔

اہلیہ اور بیٹی کے ہمراہ عمرہ کی ادائیگی میں دو گھنٹے لگ گئے۔ حرم لبالب بھرا تھا۔ عشا کی نماز سے پہلے ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے میں نے کعبۃ اللہ پر نظر ڈالی۔ روشنیوں سے بنائے ہوئے صحن حرم کے بچوں بچ اللہ کے سیاہ پوش گھر کا جاہ و جلال ہولے ہولے شفقت، دلبری اور دلداری میں بدلنے لگا۔ اس کی مہکار حوصلہ دینے لگی۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ دست عطا پھیلا ہوا ہے اور میزاب رحمت سے پکارا اٹھ رہی ہے۔ ”مانگ کیا مانگتا ہے“ اے رب کریم! ہم نے کیا مانگنا ہے؟ ہم تو دعا کا سلیقہ بھی گنوا بیٹھے ہیں؟ مانگنے کے آداب سے بھی نا آشنا ہیں؟ تو دلوں کے بھید جانتا ہے۔ ہماری دھڑکنوں میں بسی ان تمنائوں سے بھی واقف ہے جو لفظوں میں نہیں ڈھل سکتیں۔ ہم یہاں تک آسکتے تھے۔ آگئے ہیں، باقی کام تمہارا ہے۔“

رحمتیں بھیج، عنایات کی ارزانی کر
ہم کو مہمان بلایا ہے تو مہمانی کر

علماء، حضور انور ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ کا حوالہ دیتے ہیں ”میری مسجد (مسجد نبوی) میں ایک نماز

دیگر مساجد میں ہزار نماز سے بہتر ہے۔ البتہ مسجد الحرام کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں سے بھی بڑھ کر ہے۔“
بے کراں رحمتیں! بے حد و حساب عنایات پر ایک میرے دوست کا کہنا ہے کہ اس حساب سے مسجد الحرام کی ایک نماز کی فضیلت، پچپن سال چھ ماہ بیس دن کی نمازوں کے برابر بنتی ہے اور ایک دن کی پانچ نمازوں کا ثواب دوسو ستر سال نو مہینے دس دن کی نمازوں کے برابر ہے۔“

نبی ﷺ کے فرمان کی روح، مسجد الحرام کی فضیلت اور اس کے درجہ و مقام کو واضح کرنا ہے لیکن ہم اعداد و شمار کی بھول بھلیوں کو یہی حاصل رکوع و سجود سمجھنے لگتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے روبرو مقدار ثواب کے یہی کھاتے اور روضہ رسول کے سامنے عرضیوں کی پونلیاں، دور سے آئے مسافروں کی منزل کھوٹی کر دیتی ہیں۔ لذت و کیف کی روح پرور ساعتیں، لالچ اور خواہش کے آشوب میں گم ہو کر ساری سرشاری گنوا بیٹھتی ہیں۔ لیکن ہم انسان ہیں اور یہ سب کچھ ہماری فطرت کا حصہ ہے۔

مسجد الحرام سے باہر نکلنے ہی مجھے وہ قافلہ پھر سے یاد آنے لگا جسے میں شاہراہ مدینہ کے کنارے چھوڑ آیا تھا۔ اس بستی پر اترنے والی وہ شب کس قیامت کی شب ہوگی جب میرے حضور ﷺ، صدیق اکبرؓ کا بازو تھامے یہاں سے نکلے ہوں گے؟

مکہ معظمہ کا ایک قرآنی نام ”ام القریٰ“ بھی ہے، یعنی تمام بستیوں کی ماں، بلاشبہ یہ ماں ہی ہے کہ دنیا بھر کے فرزندان توحید اس کی ممتا کی کشش سے بندھے ہیں۔ پرہیزگار، عصیاں کار، گناہ گار، نیکو کار، فقیر و بے نوا۔ غنی و تاجدار، سب کو اس مادر مشفق کی آغوش میں پناہ ملتی ہے۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرم خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں

ہم جیسے لوگ، خواہشوں کے بندے، تمنائوں کے جنگلوں میں بھٹکتے ہوئے آرزوؤں کے آزار میں مبتلا، کثرت کی طلب میں ہلکان، لالچ میں لت پت، نام و نمود کے صحراؤں میں سرگرداں، دنیا کی چکا چوند کے اسیر، عہدہ و منصب کے پجاری، دوسروں کو کہنی مار کر آگے نکل جانے کے لئے سرگرم، جمع جتھہ کے آرزو مند، خود پرستی کے مرض کا شکار، اپنے قد کاٹھ کے لئے سب کچھ کر گزرنے پہ تیار، انہی بے ثمر راہوں میں بھٹکتے عمریں تمام کر دیتے ہیں۔ لیکن دل کی کھیتی، صحرائے بے اماں کی طرح دکھتی رہتی ہے۔ ازل کی پیاسی زمین کی طرح اس میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔ پھر سنگلاخ چٹانیں بن جاتی ہیں جن سے کسی روز لاوا پھوٹ

نکلتا ہے۔ انسان کو پتہ ہی نہیں چلتا اور سرطان اندر ہی اندر پھیلتا چلا جاتا ہے۔ گھن چاٹتا رہتا ہے اور عمر رازیگاں مٹھی میں بندریت کی طرح سرکتی رہتی ہے۔ کیسی محرومی ہے کہ ہم ماں کی آغوش کو بھی بھلائے رکھتے ہیں۔

خانہ کعبہ کے عین سامنے، ایک مرمریں ستون سے ٹیک لگائے میں اپنی محرومیوں کی بیاض ورق ورق کھول رہا تھا کہ مکہ مدینہ کو آپس میں ملانے والی شاہراہ ہجرت کے کنارے کچھڑ جانے والا چھوٹا سا کارواں پھر یاد آ گیا۔ گروہ دشمنان تو شاید آسودہ ہو گیا ہو کہ اسلام کا پیغام بر کہیں دور نکل گیا ہے لیکن ہجرت کی شب ام القرئی کے دل پر کیا گزری ہوگی؟ کعبۃ اللہ کے سینے میں کیسا درد اٹھا ہوگا؟ مکہ کے گرد بالہ کئے پہاڑ کس کرب سے گزرے ہوں گے؟ کیا حضور ﷺ کے لئے عرصہ حیات تنگ کر دینے والوں میں سے کسی کو اندازہ تھا کہ ایک دن مکہ کی سرزمین غیر اللہ کی پرستش کرنے والوں کے لئے تنگ ہو جائے گی اور اس کی فضا سیں اسم محمد ﷺ کے اجالے سے دمک اٹھیں گی؟ حرم کعبہ سے جب اذان کی آواز بلند ہوتی ہے تو اس کا ارتعاش گئے زمانوں کی دور اندر تک محسوس ہوتا ہوگا اور جانے کس کی ہڈیوں کی راکھ سلگنے لگتی ہوگی۔ تاریخ انسانی کے پاس ایسے کتنے معجزے ہیں؟

نبی کریم ﷺ نے مکہ معظمہ کی فضیلت کے بارے میں فرمایا۔ ”اللہ کی قسم! تو اللہ تعالیٰ کی زمین پر بہترین جگہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین بھی۔ اگر مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کر دیا جاتا تو میں تجھے چھوڑ کر کبھی نہ جاتا۔“

میں جب بھی مکہ کے کسی بازار، کسی سڑک سے گزرتا ہوں، سوچ کارا ہوار بہت دور نکل جاتا ہے۔ سامان سے لدی پھندی دکانیں، لوگوں سے چھلکتے بازار، بھیڑ، شور، ہنگامہ، ہلچل، گاڑیاں، ہارن، آوازیں، رونق اور زندگی سے بھرپور شہر لیکن میرے دل و دماغ کے نقار خانے میں سچی پرانی تصویروں کی گرد جھڑنے لگتی ہے۔ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے اوراق الٹنے لگتے ہیں اور بے شمار کرداروں کے چہرے نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ وہ جو اسلام سے بہرہ مند ہوئے، وہ جنہیں نبی رحمت کی رفاقت کا اعزاز حاصل ہوا، وہ جو بے مثل رفعتوں سے ہمکنار ہوئے اور وہ جو راندہ درگاہ ٹھہرے، جن کے لئے نامرادیاں لکھ دی گئیں۔ جن کے دلوں پر مہریں ثبت ہو گئیں، جن کے کان سماعت سے محروم کر دیئے لگے اور جن کی آنکھوں پر پٹیوں باندھ دی گئیں۔

حسن ز بصرہ، بلال از حبش، صہیب از روم
 ز خاک مکہ ابو جہل ایں چہ بو العجی ست
 بصرہ نے حسن بصریؒ، جنبشہ نے بلال حبشیؒ اور روم نے صہیب رومیؒ جیسی عظیم و جلیل ہستیاں جنم
 دیں اور مکہ کی خاک سے ابو جہل اٹھا، کتنے تعجب کی بات ہے۔

لیکن یہ تعجب، یہ حیرتیں ہم جیسوں کے لئے ہیں جو ہر بات کو حواسِ خمسہ کی میزان پر پرکتے اور عقل و
 خرد کی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ عزتوں اور ذلتوں کے فیصلے کرنے والے قادرِ مطلق کے پیمانے جدا ہیں۔ آج
 بھی خانہ کعبہ کی کنجیاں عثمان بن طلحہ کے پاس ہیں۔ یہ وہی عثمان بن طلحہ ہے جس نے حضور ﷺ کو خانہ کعبہ میں
 داخل ہونے سے روک دیا تھا اور بہت برا بھلا کہا تھا۔ حضور ﷺ نے بڑے تحمل سے سب کچھ برداشت کرتے
 ہوئے صرف اس قدر فرمایا تھا۔ ”عثمان! ایک دن تم دیکھو گے کہ یہ چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی، میں
 جسے چاہوں گا عطا کروں گا؟“ عثمان بن طلحہ تمسخر کی ہنسی ہنسا اور تن کر بولا ”کیا اس دن قریش ہلاک اور ذلیل
 ہو چکے ہوں گے؟“ آپ نے فرمایا۔ ”نہیں عثمان! اس دن تو قریش بہت معزز ہوں گے۔“ اور وہ دن فتح مکہ
 کا دن تھا۔ حضور ﷺ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو فرمایا۔ ”عثمان چابیاں میرے حوالے کرو۔“ عثمان کو سرتابی
 کی مجال نہ تھی۔ جید صحابہ کعبہ کی پاسبانی اور کلید کعبہ کے آرزو مند تھے۔ ان میں سیدنا عباسؓ بھی تھے۔
 حضور ﷺ نے چابی عثمان بن طلحہ کو سونپتے ہوئے فرمایا۔ ”عثمان یہ چابی تمہارے پاس ہی رہے گی۔“ نہ
 حضور ﷺ کو پکڑ کر قریش مکہ کے حوالے کرنے اور ایک سو سرخ اونٹ انعام میں پانے کی حرص میں مبتلا سراقہ
 بن مالک کو خبر تھی کہ اس کا نام کس فرد اعزاز کی زینت بننے والا ہے، نہ حضور ﷺ کو چابی دینے سے انکار کرنے
 اور تمسخر اڑانے والے عثمان بن طلحہ کو اندازہ تھا کہ وہ اور اس کی آنے والی نسلیں کس سعادتِ عظمیٰ سے بہرہ
 مند ہونے والی ہیں۔ اسلام تو اوروں سے نہیں، نبی کریم کی اس شانِ رحمت سے پھوٹا۔

کئی بار زیارت کرنے کے باوجود، گزشتہ روز میں ایک بار پھر مکہ کے جنوب میں واقع جبل ثور دیکھنے
 چلا گیا جس کے غار میں حضور اور صدیق اکبرؓ نے تین دن اور تین راتیں گزاری تھیں۔ محبت و عقیدت سے
 سرشار لوگ پہاڑ کی اونچی چوٹی پر چڑھ رہے تھے۔ مجھ میں اتنا دم خم نہ تھا۔ دیر تک جبل نور کے قدموں میں
 کھڑا میں سوچتا رہا کہ غار ثور کی کہانی فتح مکہ کی داستان سے کتنی مختلف ہے۔ مجھے وہ مقام معلوم ہوتا تو ضرور
 اس کی زیارت کرتا جہاں سے حضور کا کاررواں مکہ میں داخل ہوا تھا۔ تب بھی ابو بکر صدیقؓ آپ کے پہلو

میں تھے۔ دیکھا کہ مشرکین مکہ کی عورتیں فاتحین کی گھوڑوں کے منہ اپنے دوپٹوں سے صاف کر رہی ہیں۔ ابو بکرؓ نے تبسم کیا۔ حضور ﷺ بولے ”ابو بکر! کچھ یاد ہے حسان نے کیا کہا تھا“۔ حضرت ابو بکرؓ نے حسان بن ثابتؓ کے دو اشعار پڑھے۔ ”میری بیٹی مرجائے اگر تم ہمارے گھوڑوں کو کدکے مقام کے دونوں سروں پر غبار اڑاتے نہ دیکھو۔ وہ اپنے سواروں سے باگیں چھڑا چھڑا کر بھاگیں گے۔ ان پر کاٹھیاں پڑی ہوں گی اور عورتیں اپنے دوپٹوں سے ان کے چہروں کی گرد صاف کریں گی۔“ حضور ﷺ گویا ہوئے۔ ”گھوڑوں کو کدکے مقام ہی سے شہر میں داخل کرو جہاں سے حسان نے کہا تھا۔“

میں کدکے مقام اور اس راہ سے آشنا نہیں جہاں سے اس محمد عربی ﷺ کا قافلہ ام القریٰ میں داخل ہوا تھا جس محمد عربی ﷺ پر آٹھ سال پہلے مکہ کی زمین تنگ کر دی گئی تھی۔ اللہ اکبر! حرم سے اذان کی مشکبو گونج بلند ہو رہی ہے اور اسم محمد ﷺ کا اجالہ دل کی راہداریوں میں پھیلتا چلا جا رہا ہے۔



تین عشرے تین دعائیں

پہلا عشرہ: رحمت (یکم رمضان سے دس رمضان المبارک)

رَبِّ اغْفِرْ وَاَرْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ

دوسرا عشرہ: مغفرت (گیارہ رمضان سے بیس رمضان المبارک)

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

تیسرا عشرہ: جہنم سے نجات (اکیس رمضان سے آخر رمضان المبارک)

اللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ

شب قدر کی دعا (آخری عشرے کی طاق راتوں میں)

اللّٰهُمَّ اَنْتَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا

انصار عباسی
کالم نگار ڈیلی نیوز

اللہ سے دعا بھی اور جنگ بھی!

ایک جاننے والے بزرگ کا فون آیا، کہنے لگے کہ اگر ہو سکے تو پاکستان کو ریاستِ مدینہ کے رول ماڈل کے مطابق ڈھالنے کا نعرہ بلند کرنے والوں کو میرا پیغام پہنچا دو کہ کورونا سے اگر لڑنا ہے اور اس عذاب سے جان چھڑانی ہے تو سچے دل سے سب توبہ کریں۔

اپنے گناہوں کی معافی مانگیں لیکن اپنے رب سے معافی مانگنے سے قبل اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سود کی صورت میں جاری جنگ کو ختم کریں۔ کہنے لگے، معافی اللہ سے مانگنی ہے لیکن سود کو بھی ختم نہیں کرنا تو پھر ہمارا رب ہم پر رحم کیوں فرمائے گا۔ بات تو بزرگ نے ٹھیک کی۔

یہاں تو کئی مغربی ممالک اور غیر مسلم ریاستوں نے کورونا کے آنے کے بعد اپنی اپنی معیشت کو بچانے کے لیے سود کو صفر فیصد یعنی ختم کر دیا لیکن ہم ہیں کہ نام تو اسلام کا لیتے ہیں، یہ بھی چاہتے ہیں کہ اللہ ہمیں معاف فرمادے اور کورونا کے عذاب یا آزمائش سے ہماری جان چھڑوادے مگر سود جیسی لعنت کو ہم ختم نہیں کریں گے۔

چاہے اس کی ہمارے دین میں کتنی ہی سخت ممانعت کیوں نہ ہو۔ ہم بھی عجیب لوگ ہیں، اللہ سے معافی بھی مانگتے ہیں لیکن سود کی صورت میں جاری جنگ کو بھی ختم نہیں کرنا چاہتے۔

میری وزیراعظم عمران خان سے درخواست ہے کہ پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے وعدہ پر کاربند رہتے ہوئے سود کا پاکستانی معیشت سے خاتمے کا فیصلہ کریں جس کے لیے یہ بہترین وقت ہے۔ سود ایک کبیرہ گناہ ہے جس کے بارے میں قرآن و حدیث میں سخت وعید ہے اور اسی لیے ہر مسلمان کو اس سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

لیکن ہم نے اسلام کے نام پر ملک تو قائم کر لیا لیکن سود جیسی لعنت سے جان چھڑانا تو درکنار یہاں سود کی شرح اتنی زیادہ ہے کہ دنیا میں اس کی شاید ہی کوئی دوسری مثال ہو۔ کورونا وبا پھیلنے کے بعد اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے جیسے مہربانی کر کے سود کی شرح کو ساڑھے تیرہ فیصد سے کم کر کے گیارہ فیصد کر دیا۔ دو ڈھائی فیصد سود کی کمی نے اس حال میں بھی کافی لوگوں خصوصاً تاجر برادری کو خوش کر دیا۔ سوچیں اگر اس لعنت کو بالکل ہی ختم کر دیا جائے تو یہاں کتنی خوشحالی آسکتی ہے۔

کورونا کے خوف نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ ہمارا بھی حال کچھ مختلف نہیں، چین نے کیا کیا اور کس طرح اس وبا پر قابو پایا وہ دنیا کے ساتھ ساتھ ہمارے لیے ایک قابل تقلید مثال بن گیا ہے۔ وزیراعلیٰ سندھ نے پہل کی اور لاک ڈاؤن کا فیصلہ کیا۔

کچھ ہچکچاہٹ کے بعد وزیراعظم عمران خان بھی لاک ڈاؤن کے راستے پر چل پڑے، بلوچستان، پنجاب اور خیبر پختونخوا بھی لاک ڈاؤن کر رہے ہیں۔ دنیا وینٹی لیٹرز، ماسک، طبی عملے کے لیے احتیاطی لباس اور دوائیوں وغیرہ کے پیچھے پڑی ہے جس میں بلاشبہ کوئی مضائقہ نہیں، ہم بھی یہی کچھ کر رہے ہیں اور کرنا بھی چاہیے۔

احتیاط بھی ضرور کریں اور لاک ڈاؤن کو بھی اس طرح اپنائیں کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کا روزگار متاثر نہ ہو۔ لیکن نہ عمران خان اور نہ ہی کسی صوبائی وزیراعلیٰ نے اجتماعی دعا کا اہتمام کیا ہے۔ اجتماعی دعا کا اہتمام ہونا چاہیے۔ ہمیں بحیثیت قوم اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے، جس کے لیے پہلا اور اہم قدم اٹھانا حکمرانوں کی ذمہ داری ہے۔

میں تو حیران ہوں کہ یہاں ہمارا کوئی حکمران اجتماعی دعا کی بات نہیں کرتا جبکہ امریکا کے صدر ڈونلڈ ٹرمپ تک نے نہ صرف 15 مارچ کو امریکا میں قومی دعا کا دن منانے کا اعلان کیا بلکہ اپنے ایک ٹویٹ کے ذریعے اپنے ہم وطنوں سے درخواست کی کہ خدا سے اپنی اور اپنے ملک کی حفاظت کے لیے سب دعا

کریں۔

ایک اور وڈیو میں ایک امریکی نیویارک کے مشہور ٹائم اسکوائر (جہاں کوئی انسان نظر نہیں آ رہا تھا) کے بچوں بیچ کھڑے ہو کر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ یہ کورونا نیویارک اور امریکا کے لیے خدا کی طرف سے بدلہ ہے اُن مظالم کا جو امریکا نے دنیا بھر میں ڈھائے۔ کورونا دنیا بھر کے لیے سبق ہے تو ہمارے لیے بھی ہے۔ یہ وقت ہے کہ ہم اسلام سے جڑ جائیں، اپنے ملک کو اسلامی نظام کے مطابق چلائیں، سود کا خاتمہ کریں، فحاشی و عریانی کو پھیلانے کی کسی کو اجازت نہ دیں، شراب پر پابندی لگائیں، پاکستان میں بسنے والے ہر فرد کو اُس کے حقوق فراہم کریں، انصاف کی فراہمی کو یقینی بنائیں، ہر فرد کی تربیت اور کردار سازی کریں۔ کورونا نے ہمیں جو موقع دیا اسے ہمیں نہیں گنونا چاہیے، وگرنہ نقصان صرف ہمارا ہی ہے۔



صدقۃ الفطر

صدقۃ الفطر دی گئی اجناس میں سے کسی جنس کی مالیت کے اعتبار سے دیا جاسکتا ہے البتہ جس جنس سے غریب کو زیادہ فائدہ ہو اس جنس کے اعتبار سے فطرانہ دینا چاہیے، مزید یہ کہ ہر شخص اپنے علاقے کے اعتبار سے مذکورہ مقدار کی قیمت معلوم کر کے فطرانہ ادا کرے۔

گندم:	آدھا صاع (تقریباً پونے دو کلو)	قیمت	100 روپے
جو:	ایک صاع (تقریباً ساڑھے تین کلو)	قیمت (متوسط)	200 روپے
کھجور:	ایک صاع (تقریباً ساڑھے تین کلو)	قیمت (متوسط)	800 روپے
کشمش:	ایک صاع (تقریباً ساڑھے تین کلو)	قیمت (متوسط)	1400 روپے

شیخ ولی خان مظفر

سابق استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

زکوٰۃ

زکوٰۃ اسلام کا بنیادی رکن ہے، قرآن و حدیث میں اسکے فرض ہونے کے قطعی دلائل وافر مقدار میں موجود ہیں، عقیدۂ اس کا انکار کرنے والا مرتد (کافر) ہے، اور بخل کی وجہ سے نہ دینے والا مجرم کبیر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی، وہ قیامت کے دن گنجه سنپ کی صورت اختیار کرے گا، جو اپنے مالک اور سیٹھ کو دوڑائے گا، وہ بھاگ بھاگ کر جب تھک جائے گا، تو اپنی انگلیاں اس کے منہ میں دیدے گا، جنہیں وہ چباتا رہے گا“، (مسند احمد)۔

حضرت ابو ہریرہ سے یہ بھی مروی ہے، جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص سونے چاندی کا مالک ہو، اور اس کا حق (زکوٰۃ، صدقات، خیرات، تبرعات اور عطیات کی شکل میں) ادا نہ کرے، تو جب قیامت کا دن ہوگا، اس کے لئے اسی سونے چاندی میں سے آگ کی چادریں بنا دی جائیں گی، پھر ان آگ سے بنی ہوئی چادروں پر جہنم کی آگ مزید بھڑکائی جائیگی، پھر ان سے ان کے حقوق ادا نہ کرنے والے مالکوں اور سیٹھوں کی کروٹیں اور پیشانیاں داغی جائیں گی، جب ان میں کچھ ٹھنڈک آئیگی، دوبارہ سے انہیں داغنے کے عمل کے لئے ویسے ہی گرم کر دیا جائے گا، یہ اس دن کا معاملہ ہے جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے، حتیٰ کہ حشر قائم ہو کر تمام بندوں میں جنت یا دوزخ کا فیصلہ ہو جائے۔ اور جن لوگوں کے پاس مال کی صورت میں جانور ہوں گے، تو ان میں اونٹوں کے متعلق فرمایا: جو ان کے حق زکوٰۃ و خیرات ادا نہیں کرتا، ایسے مالک کو قیامت کے دن ایک ہموار میدان میں لٹا دیا جائے گا، اس کے اونٹ نہایت موٹے تازے

ہو کر قطار اندر قطار آتے جائینگے، بیروں سے اس کو روندتے جائیں گے اور دانتوں سے اس کو کاٹیں گے، جب پہلی جماعت ان کی گذر جائے گی، پچھلی آتی جائے گی۔ اسی طرح ان بکریوں کے مالک کو ہموار زمین پر لٹا دیا جائے گا، جن میں سے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا نہ کیے گئے ہوں، وہ بھیڑ بکریاں بھی ترتیب سے آتی رہیں گی، نہ ان میں مڑے ہوئے سینگوں والی ہوگی، نہ بے سینگ اور ٹوٹے ہوئے سینگوں والی، سینگوں سے اسے مارتی رہیں گی، اور کھروں سے اسے روندتی رہیں گی، حضرت ابو ذرؓ کی روایت میں گائے (بھینس) وغیرہ کا بھی یہی حال بتایا گیا ہے۔ (صحیحین)۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”زکوٰۃ کا انکار کرنے والا قتل کر دیا جائے“ (مسند ربیع بن حبیب)۔ حضرت جابرؓ نبی کریمؐ سے نقل کرتے ہیں: ”جب آپ نے اپنے مال کی زکوٰۃ دیدی، تو آپ نے اپنے آپ کو اس کے شر سے محفوظ کر لیا“۔ (مستدرک حاکم)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک اور روایت، حضور پر نور ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کو اللہ تعالیٰ مال عنایت کر دے، پھر وہ اس میں سے زکوٰۃ ادا نہ کرے، یہ مال قیامت کے دن گنجا سانپ بن جائے گا، جس کے ماتھے پر خطرناک سانپوں والی دونشائیاں ہوں گی، یہ گنجا خطرناک سانپ اس کے گلے کا طوق بن کر اس میں لٹک جائے گا، اور اپنے مالک کو دونوں بانچھوں سے پکڑ لے گا، پھر اسے کہے گا، میں تیرا وہی مال ہوں، میں تیرا وہی خزانہ ہوں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ”ہرگز گمان نہ کرے وہ لوگ جو اللہ کے دیے ہوئے فضل کے انفاق میں بخل کرتے ہیں، کہ کہیں یہ (بخل) ان کے لئے بہتر ہے، عنقریب یہ مال بغیر زکوٰۃ قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔ آل عمران، 180“، (صحیح بخاری)۔

نیز دنیا میں بھی زکوٰۃ، صدقات و خیرات کے ذریعے سے اپنے اموال کا تزکیہ و تطہیر نہ کرنے کی وجہ سے سخت پکڑ ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی بھی قوم جب زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں کرتی، تو اللہ تعالیٰ ان پر قحط اور بھوک مسلط کر دیتے ہیں“، (طبرانی)۔

جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: ”جب مال زکوٰۃ و صدقات اپنی مدت پوری ہو جانے کے بعد بھی دیگر مال کے ساتھ خلط ملط رہے گا، تو وہ پورا مال فاسد اور خراب ہو جائے گا“، (بیہقی)۔

آپؐ نے فرمایا: ”جب بھی کسی کا کوئی مال بحر و بر میں تلف ہو جائے، یقیناً یہ سمجھ لیا جائے، کہ ان کی زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کی گئی تھی“۔ (مجمع الزوائد)۔

یہ تو ادائیگی کی اہمیت، ضرورت اور فرضیت کی بات تھی، دوسری بات یہ ہے کہ زکاۃ بطور راجر، ثواب اور عبادت ادا کی جائے، خشوع، خضوع، لہبیت اور اخلاص کو مدنظر رکھا جائے، نہ کہ جزیہ، ٹیکس اور خراج کی طرح ادائیگی ہو۔ نیز زکاۃ کی ادائیگی ”ترغیباً للآخر بن علی الاعلان“ ہو اور دیگر صدقات، خیرات، عطیات اور تبرعات میں اخفاء سے کام لیا جائے، یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے، کہ زکاۃ حلال اور طیب مال سے نکالی جاتی ہے، خمیث اور حرام نہ مسلمان کو کسی طرح زیب دیتا ہے اور نہ ہی اس میں سے زکاۃ و صدقات کی نیت سے کچھ اللہ کے پاک نام پر دینا جائز ہے، بلکہ وہ سب یا اس میں کچھ حصہ جب بھی دیا جائے، تو وہ بلائیتِ ثواب دیا جائے۔ ہاں یہ بات بھی انتہائی ضروری ہے کہ جن کو زکاۃ دی جا رہی ہے، ان کی تحقیق بھی از روئے عبادت زکاۃ دینے والے کیلئے از حد ضروری ہے، کہ آیا وہ صحیح مصرف بھی ہے، یا نہیں، آج کل ایک بڑی بیماری یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگ صاحب نصاب ہو کر زکاتوں کی وصولیاں کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو اس قبیح ذخیرہ اندوزی سے پرہیز کرنی چاہیے، اور بہت سے ادارے اور این جی اوز وغیرہ اموال زکاۃ کو مصارف زکاۃ کے بجائے غیر مصارف میں خرچ کرتے ہیں، ان کو زکاتیں دیتے ہوئے اپنی عبادت کا خیال رکھنا لازمی ہے، کچھ ادارے ایسے ہیں کہ ان کے پاس فنڈ کی کثرت کی وجہ سے زکاۃ کئی سالوں تک اکاؤنٹ میں پڑی رہتی ہے، نہ اس کے تملیک ہوتی ہے، نہ مصرف تک پہنچتی ہے، بسا اوقات زکاۃ دینے والا اللہ کو پیارا ہو جاتا ہے، اور اس کی زکاۃ اگلے دس بیس سالوں تک ادارے کے مصارف کی پائپ لائن میں منتظر خرچ ہوتی ہے، اس باریکی کا لحاظ بھی زکاۃ دینے والے کا کام ہے۔ یہاں کالم کے اختتام پر ہم اس حوالے سے چند قرآنی آیات کا بھی تذکرہ کئے دیتے ہیں:

☆ ”اور متقی وہ ہیں جو ہماری دی ہوئی رزق میں سے انفاق کرتے ہیں“ (بقرہ، 3)۔

☆ ”اے نبی، ان کے اموال میں سے صدقہ و زکاۃ لو، جس کی وجہ سے انہیں پاک صاف

بنالو“۔ (توبہ، 103)۔

☆ ”اور فلاح پاتے ہیں وہ جو زکاۃ ادا کرتے ہیں“ (المؤمنون، 40)۔

☆ ”اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اور دے گا اور وہ بہترین روزی دینے والا ہے“ (سبا، 39)



مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ

استاذ الحدیث دارالعلوم کراچی

بلا عذر فرض روزہ نہ رکھنے کا گناہ

روزہ ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے، اور یہ ایسی بدنی عبادت ہے جو پچھلی امتوں پر بھی فرض تھی، اس عبادت کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی برکت سے نفسانی خواہشات کا زور ٹوٹتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر عاقل و بالغ مسلمان مرد و عورت پر رمضان المبارک کے روزے فرض فرمائے ہیں، اور یہ وہ بارکرت فریضہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے اور قیامت کے دن حق تعالیٰ اس کا بدلہ اور اجر و ثواب بغیر کسی واسطہ کے بذات خود روزہ دار کو عنایت فرمائیں گے، چنانچہ حدیث قدسی میں ارشاد ہے:

”روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔“ (صحیح بخاری)

ویسے تو نماز روزہ اور دیگر سب عبادات اللہ تعالیٰ کی ہیں اور اسی کو راضی اور خوش کرنے کے لئے سب عبادات کی جاتی ہیں، مگر روزہ ایک عجیب خصوصیت اپنے اندر رکھتا ہے، وہ ریاضا اور دکھلاوے سے بالکل دور، غیروں کی نظر سے پوشیدہ اور بندہ اور معبود کے درمیان ایک راز ہے، یہاں تک کہ روزہ دار اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو صحیح طور پر اس کا علم بھی نہیں ہوتا، کیونکہ روزہ کی کوئی ظاہری صورت اور محسوس علامت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے دیکھنے والوں کو اس کا علم ہو سکے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کا بدلہ اور ثواب دینے میں بھی خصوصی اور راز دارانہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ براہ راست بغیر کسی واسطہ کے روزہ دار کو

اس کا بدلہ عطا فرمائیں گے اور فرشتوں کو بھی اس کی اطلاع نہیں ہوگی۔

روزے کے فضائل احادیث طیبہ میں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں روزے کے فضائل بیان فرمائے ہیں، مثلاً:

۱۔۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان کے ہر عمل کا اجر دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے، لیکن روزہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ روزہ اس قانون سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، کیونکہ بندہ میری وجہ سے اپنی خواہشات کو اور کھانے پینے کو چھوڑ دیتا ہے۔ (صحیح مسلم)

۲۔۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ میری امت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملیں:

۱۔ اُن کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

۲۔ ان کے لئے دریا کی مچھلیاں دعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔

۳۔ جنت ہر روز ان کے لئے آراستہ کی جاتی ہے، پھر حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیرے پاس آئیں۔

۴۔ اس میں سرکش شیاطین قید کر دئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں اُن برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں۔

۵۔ رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کے لئے مغفرت کی جاتی ہے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یہ شبِ مغفرت، شبِ قدر ہے؟ فرمایا: نہیں! بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دے دی جاتی ہے۔ (ترغیب)

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کا یقین رکھتے ہوئے، رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔ (صحیح بخاری)

۴۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ”ریان“ ہے، قیامت کے دن اس دروازے سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے،

ان کے علاوہ کوئی اور اس دروازے سے داخل نہ ہو سکے گا، اعلان ہوگا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ چنانچہ روزہ دار کھڑے ہوں گے اور جب وہ اس دروازے سے داخل ہو جائیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا اور کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔ (صحیح بخاری)

اس کے علاوہ بھی احادیث طیبہ میں روزہ کے متعدد فضائل بیان ہوئے ہیں، اس لئے ہر عاقل و بالغ مسلمان پر لازم ہے کہ رمضان المبارک کے فرض روزے رکھنے کا پورا اہتمام کرے، اور معمولی معمولی باتوں اور مشقتوں کا بہانہ کر کے ہرگز روزہ نہ چھوڑے، کیونکہ بلا عذر معتبر فرض روزہ چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے اور احادیث مبارکہ میں بلا عذر روزہ نہ رکھنے والے کے لئے وعیدیں آئی ہیں، ذیل میں چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمائیں!

فرض روزہ نہ رکھنے کی مذمت احادیث طیبہ میں

حدیث نمبر ۱

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "من أفطر یوما من رمضان من غیر رخصة ولا مرض لم یقض عنہ صوم الدھر کلہ وان صامہ" (مشکاۃ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص (قصداً) بلا کسی شرعی عذر کے (یعنی شرعاً اسے روزہ چھوڑنے کی اجازت نہ تھی) اور روزہ سے عاجز کرنے والا مرض بھی نہ تھا پھر بھی وہ (رمضان کا روزہ چھوڑ دے تو رمضان کے علاوہ چاہے عمر بھر روزے رکھے وہ اس کا بدلہ نہیں ہو سکتا۔) (مشکوٰۃ)

تشریح

رمضان المبارک کا مہینہ اللہ تعالیٰ نے فرض روزوں کے لئے مخصوص کر دیا ہے، اب اگر کوئی شخص اپنی بدبختی سے اس مہینہ میں روزہ چھوڑ دے تو اس کے اعمال نامہ میں گناہ کبیرہ تو لکھا ہی جائے گا، اور روزہ کے عظیم ثواب اور خیر و برکت سے محرومی اس کے علاوہ ہوگی جو بہت بڑا نقصان ہے، اس کے علاوہ یہ بھی نقصان ہے کہ ایک روزہ کے عوض اگر عمر بھر بھی روزے رکھے تب بھی وہ فضیلت حاصل نہ ہوگی جو رمضان میں روزہ رکھنے سے حاصل ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مذکورہ بالا حدیث کی وجہ سے بعض علماء کا مذہب یہ ہے

کہ رمضان کے روزہ کی قضا ہو ہی نہیں سکتی چاہے عمر بھر روزہ رکھتا رہے، البتہ جمہور فقہاء کرامؒ کے نزدیک اگر رمضان کا روزہ رکھا ہی نہیں تو ایک روزہ کے بدلے ایک روزہ سے قضا ہو جائے گی، اور اگر روزہ رکھ کر بلا عذر معتبر توڑ دیا تو قضاء کے ایک روزے کے علاوہ دو مہینے لگا تار کفارہ کے روزے رکھنے سے فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا، لیکن اتنی بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ برکت اور فضیلت جو رمضان المبارک کی ہے وہ ہاتھ نہیں آسکتی۔

حدیث نمبر ۲

عن جابر بن عبد اللہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "من ادرك رمضان ولم يصمه فقد شقى، ومن ادرك والديه او احدهما فلم يبیره فقد شقى، ومن ذكرت عنده فلم يصل على فقد شقى" (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ۱۳۹/۳)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے رمضان کا مہینہ پایا اور روزے نہیں رکھے وہ بد بخت ہے، اور جس شخص نے اپنے والدین دونوں یا ایک کو پایا اور ان کی فرمانبرداری نہیں کی وہ بد بخت ہے، اور جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے وہ بھی بد بخت ہے۔ (مجمع الزوائد)

حدیث نمبر ۳

عن سلیم بن عامر أبی یحی الکلاعی، قال: حدثنی ابو امامة الباهلی، قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "بینا أنا نائم اذ أتانی رجلاً فاحذا بضعی، فأتیابی جبلاً وعراً، فقالا لی: اصعد، فقلت: انی لا أطیقہ، فقالا: انا سنسهله لک، فصعدت، حتی اذا كنت فی سواء الجبل، اذا أنا بأصوات شديدة، فقلت: ما هذه الاصوات؟ قالوا: هذا عواء أهل النار، ثم انطلق بی، فاذا أنا بقوم معلقین بعراقیہم، مشققة أشداقہم، تسیل أشداقہم دماً، قال: قلت: من هؤلاء؟ قال: هؤلاء الذین یفطرون قبل تحلة صومہم" (السنن الکبری للبیہقی۔ ۳۶۵/۲)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا: ”ایک مرتبہ میں سو رہا تھا، میرے پاس دو آدمی آئے، انہوں نے مجھے میرے بازوؤں سے پکڑا اور مجھے ایک دشوار گزار پہاڑ پر لے آئے اور وہاں پہنچ کر مجھ سے کہنے لگے کہ اس پر چڑھئے، میں نے کہا کہ مجھ میں اس کی طاقت نہیں ہے، وہ کہنے لگے کہ ہم آپ کے لئے سہولت پیدا کر دیتے ہیں، چنانچہ میں اس پہاڑ پر چڑھنے لگا، جب میں درمیان میں پہنچا تو بڑی شدید آوازیں آئیں، میں نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا: یہ آوازیں کیسی ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ اہل جہنم کا شور و غل ہے، پھر وہ مجھے آگے لے کر چلے، اچانک میں کچھ لوگوں کے پاس پہنچا جو ایڑیوں کے بل لٹکے ہوئے تھے اور ان کے جڑے چھلے ہوئے تھے جن سے خون بہ رہا تھا، میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ کا وقت پورا ہونے سے پہلے ہی روزہ کھول لیتے ہیں۔“ (سنن کبریٰ)

حدیث نمبر ۴

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال حماد بن زید ولا أعلمه الا قدر رفعه الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال عری الاسلام وقواعد الدین ثلاثة علیہن اساس الاسلام من ترک واحده منهن فهو کافر حلال الدم شهادة أن لا اله الا الله والصلاة وصوم رمضان رواه أبو یعلی باسناد حسن ورواه سعید بن زید اخو حماد بن زید عن عمرو بن مالک النکری عن أبی الجوزاء عن ابن عباس مرفوعا وقال فیہ من ترک منهن واحده فهو بالله کافر ولا یقبل منه صرف ولا عدل وقد حل دمہ وماله۔ (الترغیب والترہیب للمنذری ۲۱۵/۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں: اسلام کی اساس اور بنیاد تین چیزیں ہیں جن پر اسلام کی بنیاد قائم ہے، جو شخص ان میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑ دے گا وہ کافر ہے اور اس کا خون حلال ہے۔ (۱) کلمہ توحید کی شہادت ۲۔ فرض نماز ۳۔ رمضان کا روزہ) ایک روایت میں ہے کہ جو شخص ان میں سے کسی کو بھی چھوڑ دے گا وہ کافر ہے اس کی کوئی عبادت مقبول نہیں۔ (ترغیب)

تشریح: مذکورہ بالا حدیث میں روزہ نہ رکھنے والے کو کافر بتایا گیا ہے، علماء کرام نے اگرچہ اس کافر

ہونے کو انکار کرنے کے ساتھ مقید کیا ہے کہ جو روزہ کا انکار کرے وہ مسلمان نہیں رہتا، اور جو شخص بلا عذر اس کو چھوڑ دے وہ کافر نہیں مگر سخت گنہگار اور فاسق ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے لوگوں کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بہت سخت ہیں۔ اس لئے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنا چاہیے۔

البتہ اگر شرعی عذر ہو تو مجبوری کی صورت میں رمضان کا روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، ایسی صورت میں بعد میں قضاء کرنی ہوگی۔ اپنے عذر کی تفصیل کسی مستند مفتی کو بتا کر اس سے حکم شرعی معلوم کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو روزہ کے فضائل و برکات حاصل کرنے اور روزہ نہ رکھنے کے گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!



شوال کے چھ روزے

رمضان المبارک کے روزوں اور عید الفطر کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے کی احادیث میں بہت فضیلت اور ترغیب آئی ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ

شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ.

(صحیح مسلم: کتاب الصیام، باب استحباب صوم ستہ ایام من شوال)

ترجمہ: ”حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ پورے زمانے کے روزے رکھنے کی طرح ہے۔“

مسلم خوابیدہ اٹھ

سلطان صلاح الدین ایوبی کے انتقال کے بعد مسلمان حکام و عوام میں سیاسی، انتظامی، اخلاقی، تمدنی اور معاشرتی برائیاں پیدا ہونا شروع ہو گئیں، اور جب ان میں روز افزوں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا تو ان تمام برائیوں کا نتیجہ قدرتی آفات، وباؤں، نئے نئے امراض، قحط، گرانی اور زلزلوں کی صورت میں ظاہر ہوا۔

۱۱۹۷ھ میں مصر میں شدید قحط پڑا، مُردوں اور کتوں تک کے کھانے کی نوبت آئی، اتنی اموات ہوئیں کہ سب مُردوں کو کفن دینا ممکن نہ رہا، اسی سال ایک ہولناک زلزلہ آیا، صرف شہر نابلس اور اس کے اطراف میں بیس ہزار لوگ اس زلزلے میں مرے، ”مراۃ الزمان“ کے مطابق گیارہ لاکھ انسان اس زلزلے کا شکار ہوئے، ان حالات کا تقاضا تھا کہ مسلمان اپنی اصلاح کی طرف توجہ دیتے، لیکن ان تمام تر آسمانی تنبیہات کے باوجود مسلمانوں کی دینی، اخلاقی، معاشرتی، تمدنی اور سیاسی حالت گرتی ہی چلی گئی تو حالات اور سخت ہو گئے۔

۱۱۶ھ میں تاتاریوں نے خوارزم شاہی سلطنت پر حملہ کر کے اس کا شیرازہ بکھیر دیا، اسلامی سلطنت کے نامی گرامی شہر: بخارا، سمرقند، رے، ہمدان، زنجان، قزوین، مرو اور نیشاپور کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور بیشتر شہروں کی مکمل آبادی کو قتل کر دیا، پھر ایران اور ترکستان میں خون کی ندیاں بہا دیں اور آگے بڑھتا چلا گیا، اس کی نظریں اسلامی سلطنت کے مرکز اور دار الخلافہ ”بغداد“ پر تھیں۔

یہ وقت تھا کہ مسلمان اس آنے والی آفت کے بارے میں کوئی حکمت عملی اپناتے، اور جن گناہوں کے باعث یہ بلا مسلط ہوئی تھی ان سے توبہ کرتے، رجوع الی اللہ کرتے اور احکام شریعت جو زندگیوں سے نکل چکے تھے ان پر عمل پیرا ہوتے، لیکن معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا، جس وقت تاتاری فتنہ بغداد کے دروازے پر دستک دے رہا تھا اس وقت بغداد کے مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ خلیفہ اپنی شان و شوکت کی نمود و نمائش میں مشغول رہتا اور عوام کو تماش بینی سے فرصت نہ تھی۔ ۶۴۰ھ میں عید کے موقع پر خلیفہ کا جلوس نکلا، لوگ اس کا نظارہ کرنے میں ایسے مشغول رہے کہ عید کی نمازرات کو قضا کر کے پڑھی۔ اسی طرح ۶۴۲ھ کی عید الاضحیٰ کے روز خلیفہ کا جلوس نکلا، لوگ جلوس دیکھنے شہر سے باہر گئے اور عید کی نماز انہوں نے غروب آفتاب کے وقت پڑھی، خلیفہ کے لیے زمین بوسی کی رسم رائج تھی، رشوت کی گرم بازاری، تفریحی مشاغل کا رواج، گانے بجانے کا دور دورہ اور گانے والیوں کی کثرت ہو گئی تھی۔

ان حالات میں جب تاتاریوں نے بغداد پر حملہ کیا تو ظلم و ستم کی ایسی داستانیں رقم کیں جن کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی، وہ شہر میں بھوکے گدھوں کی طرح پھر گئے، حرم کی عورتوں کو گلیوں میں گھسیٹا گیا، مردوں، عورتوں اور بچوں کا بے تکلف قتل عام کیا گیا، حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر دیے اور پیٹ کے بچوں کو مار ڈالا، بغداد میں چالیس دن تک قتل و غارتگری کا بازار گرم رہا، یہ گل و گلزار شہر جو کبھی دنیا کا پر رونق ترین شہر تھا، جس نے امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام احمد بن حنبل، امام غزالی، امام رازی، امام طبری، شیخ سعدی ”جابر بن حیان“: (کیمسٹری کے بانی) ”الخوازمی“: (الجبرا کے بانی) ”ابونواس“: (عظیم عربی شاعر) جیسی شخصیات کو علم کی دولت سے نوازا تھا، چالیس دن کی قتل و غارتگری کے بعد ایسا ویران ہوا کہ بہت تھوڑے انسان باقی بچے۔

بازاروں اور راستوں میں لاشوں کے انبار ٹیلوں کی طرح نظر آتے تھے، ان لاشوں پر بارش ہوئی تو صورتیں بگڑ گئیں، سارے شہر میں تعفن پھیل گیا اور شہر کی آب و ہوا تباہ ہو گئی، سخت وبا پھیلی جس کا اثر شام تک گیا، اور جو لوگ تاتاریوں کے ہاتھوں سے بچ گئے تھے ان میں بھی بہت سے لوگ اس وبا سے مر گئے، عیسائیوں کو کھلے عام شراب پینے اور خنزیر کھانے کی چھوٹ دے دی گئی اور مسلمانوں کو ان محافل میں شرکت پر مجبور کیا گیا، مساجد میں شراب انڈیلی گئی اور اذان پر پابندی لگا دی گئی۔

مورخ ابن اثیر بھی یہ حالات لکھتے ہوئے کانپ گئے اور وہ کئی سال اسی پس و پیش میں رہے کہ یہ

حالات لکھوں یا نہ لکھوں، ایک موقع پر روتے ہوئے لکھتے ہیں: ”کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا، کاش میں اس واقعے سے پہلے ہی مرجاتا اور بھولا بسر اہو جاتا۔“

مجھے آج کے مسلمانوں کا حال اُس وقت کے مسلمانوں سے کچھ زیادہ مختلف نظر نہیں آتا، اسلامی تہذیب کا جنازہ نکل چکا، فحاشی اور بے حیائی عام ہو گئی، عورت آزادی کی آوازیں لگنا شروع ہو گئیں، مساجد ویران اور فلم انڈسٹری پر دان چڑھنے لگی، گویے اور ادا کار لیڈر بن گئے، گانے باجے نے رواج پکڑ لیا، کھیلوں اور تفریح کی مشاغل کی طرف رجحان بڑھنے لگا، جھوٹ، مکاری، غلط بیانی، دھوکے بازی، رشوت اور کرپشن سیاست کا لازمی حصہ سمجھ لی گئی، جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنا کر پیش کیا جانے لگا، مذہب اور مولوی گالی بن گئے اور اسلامی شعائر کا مذاق اڑایا جانے لگا۔

ان اعمال کے نتیجے میں ہم زلزلوں، وباؤں، مہلک بیماریوں اور فسادات کا شکار ہوئے۔ شام، عراق، فلسطین، کشمیر اور برما میں مسلمانوں کو گاجرمولی کی طرح کاٹا گیا۔ افغانستان، لیبیا اور یمن میں فسادات شروع ہو گئے، پاکستان ایک عرصے سے دہشت گردی کا شکار ہے، حریم شریفین کے دروازے ہم پر بند ہو گئے۔ خانقاہیں، دینی مراکز اور مدارس بند ہو گئے، مساجد بند ہونے جا رہی ہیں۔ ظلم، مہنگائی اور غربت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے، لوگ ”کورونا“ سے مرین نہ مرین فاقوں سے مرنے کو پہنچ چکے ہیں۔

بات یہاں تک نہیں رکی، عالمی یہودی تنظیمیں ساری دنیا کو دجالی نظام کی طرف دھکیل رہی ہیں، مسلمانوں کی باقی ماندہ واحد متاع: دولت ایمان بھی چھیننا چاہتے ہیں، انھیں یہودیوں کا ذہنی غلام بنانے جا رہے ہیں، بیشتر صحافی و جدید مفکرین صدق دل سے اس مہم کے لیے سرگرم ہیں، کٹھ پتلی مسلم حکمران ان کے ہر منصوبے کو پوری وفاداری سے عملی جامہ پہنارہے ہیں، میڈیا انہی کا دیا ہوا سبق سناتا ہے اور صحافی انہی کی بولی بولتے ہیں۔

ان حالات میں جب دجالی فتنہ دار اسلام کے دروازے کھٹکھٹا رہا ہے، اللہ رب العزت کے حضور جتنا رویا اور گڑگڑایا جاتا کم تھا۔ نماز، تلاوت، توبہ و استغفار اور احکام شریعت پر جس قدر عمل پیرا ہونے کی ضرورت تھی اتنا ہی غفلت و لاپرواہی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے، ہماری آنکھوں پر پڑے غفلت کے پردے ابھی تک نہیں ہٹے، نماز و تلاوت کا اہتمام بہت کم نظر آتا ہے، عمومی طور پر توبہ و استغفار کی طرف توجہ نہیں ہے، حالات حاضرہ پر تبصرہ کرنے کی کافی فرصت پیدا گئی ہے، موبائل پر گھنٹوں گھنٹوں لایعنی میں مشغول

رہنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں ہوتی، نوجوان طبقہ تو گویا لغویات کے لیے فارغ ہو گیا ہے، انھیں فضول ویڈیوز بنانے اور ان مشکل ترین حالات پر بھی لطفی گھڑنے کی سوجھ رہی ہے۔

مقتدر طبقے کی ساری توانائیاں دین دشمنی پر صرف ہو رہی ہیں۔ منڈیوں، بینکوں، میڈیا ہاؤسز، سرکاری میٹنگز اور وفاقی و صوبائی کابینہ کے اجلاسات: غرض ہر جگہ لوگوں کا ہجوم روا ہے، لیکن اگر خطرہ ہے تو مساجد میں باجماعت نماز سے خطرہ ہے۔ تبلیغی جماعت پر بلا تکلف جھوٹے الزامات لگائے جا رہے ہیں، بیرون ممالک سے دین کی محنت کے لیے آئے ہوئے معزز مہمان، جن میں بعض عورتیں اور مرد سیدنا حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں (جن پر میں اور میرے ماں باپ فدا ہوں) ان کے ساتھ دشمنوں جیسا رویا اپنایا گیا اور جانوروں جیسا سلوک کیا گیا ہے۔

ارباب حل و عقد کی ساری تدبیریں غریب گلا کاٹنے اور اس کا چولہا بجھانے پر ختم ہوتی ہیں، غریب کی مدد کے نام پر اعلانات کرنے، تصویریں بنوانے اور خوشخبریاں سنانے سے کام چلایا جا رہا ہے، اور جو مدد کی جا رہی ہے وہ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں، ”کورونا“ کے جھوٹے کیس بنائے جا رہے ہیں، مُردوں پر سودے بازی کی جا رہی ہے، پولیس نے رشوت کا بازار گرم کر رکھا ہے، ہمارا ضمیر اتنا مرچکا ہے اور خمیر ایسا بگڑ چکا ہے کہ ان حالات میں بھی لوگوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

ابھی وقت ہے کہ ہم اپنی اصلاح کر لیں، تمام گناہوں سے توبہ کریں، ظلم سے باز آجائیں، احکام شریعت پر عمل پیرا ہوں، رور و کر اپنے روٹھے ہوئے اللہ کو منالیں اور غفلت کی چادر اتار دیں، تاریخ کے تناظر میں دیکھا جائے تو یوں لگتا ہے کہ اگر اب بھی ہم نے اپنی اصلاح نہ کی تو آئندہ حالات اور بھی بھیانک ہو سکتے ہیں، مبادا یہ موقع ضائع ہو گیا تو آنے والے مورخین ابن اشیر کی طرح آنسو بہا بہا کر ہماری تاریخ لکھیں گے۔



عید الفطر، ایک روحانی مسرت

اللہ رب العزت نے اسلام کو دین فطرت بنایا ہے جس میں انسانیت کے تمام فطری تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ انسانوں کا یہ دستور رہا ہے کہ ہر قوم و ملت میں سال کے کچھ دن جشن مسرت منانے کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں جنہیں تہوار کہا جاتا ہے۔ تہوار منانے کے لیے ہر قوم کا مزاج اور طریقہ کار تو مختلف ہو سکتا ہے لیکن مقصود خوشی منانا ہی ہوتا ہے کہ جس خوشی کا اظہار وہ اچھا لباس پہن کر، عمدہ کھانے تیار کر کے اور دوسرے مختلف طریقے اختیار کر کے کرتے ہیں۔ یہ گویا انسانی فطرت کا تقاضا ہے جس سے کوئی انسان مستغنی نہیں۔

چنانچہ ابو داؤد کی حدیث میں حضرت انسؓ سے یہ واقعہ مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت اہل مدینہ دو تہوار نیروز اور مہرجان کے نام سے منایا کرتے تھے اور ان میں کھیل تماشے بھی کیا کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے آپ (علیہ الصلاۃ والسلام) سے پوچھا کہ کیا ہم ان تہواروں میں شرکت کریں؟ آپ (علیہ الصلاۃ والسلام) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے بدلے ان سے بہتر دو دن عطا فرمائے ہیں۔

(۱) عید الفطر۔ (۲) عید الاضحیٰ۔

عید الفطر رمضان المبارک کی عبادات یعنی صوم و صلوٰۃ و تراویح و اعتکاف کی انجام دہی کے بعد اظہار

تشکر و مسرت کے طور پر منائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دن کی عبادت کی توفیق دی اور عید الاضحیٰ اس وقت منائی جاتی ہے جب مسلمان ایک عظیم الشان اجتماعی عبادت یعنی حج کی تکمیل کر رہے ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ عبادات کے اختتام اور انجام پانے کی خوشی کوئی دنیوی خوشی نہیں ہے جس کا اظہار دنیاوی رسم و رواج کے مطابق کر لیا جاتا۔ یہ ایک دینی خوشی ہے۔ اور اس کے اظہار کا طریقہ بھی دینی ہی ہونا چاہئے جس طریقہ پر چل کر انسان واقعی ”روحانی مسرت“ کا مزہ حاصل کر لیتا ہے۔

لہذا یہ خوشی منانے کا دینی طریقہ یہ قرار پایا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجایا جائے۔ اپنے خالق حقیقی کے گیت گاتے ہوئے عید گاہ میں جمع ہو کر اجتماعی طور پر سجدہ ریز ہوا جائے اور اس طرح اپنے مالک کی توفیق اور اس کی عنایات کا شکر ادا کیا جائے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ عید کا دن مسلمانوں کے لیے یہود اور عیسائیوں جیسی غیر مسلم اقوام کے قومی تہواروں کی طرح کوئی تہوار نہیں نہ ہی یہ ایک دفعہ پیش آنے والے کسی تاریخی واقعے کی یادگار کے طور پر منایا جاتا ہے۔ عموماً دوسری قوموں کے تہوار ایسے ہی تاریخی واقعات کی محض یادگار ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے یہ دن عبادت کے ہیں جس کے لیے رسول اکرمؐ نے اپنے طرز عمل سے امت کو ہدایت اور رہنمائی بھی عطا فرمائی۔ امت کو بھی چاہئے کہ عید کے اس مبارک موقع کی ہر ساعت کو آنحضرتؐ کے مبارک طریقوں کے مطابق ہی گزارے تاکہ اس کا ہر لمحہ نہ صرف وقتی خوشی کا باعث ہو بلکہ روحانی مسرت کا بھی سبب بنے۔

عید کو عید کہنے کی وجہ

عید لفظ ”عود“ سے بنا ہے۔ جس کا معنی ہے ”بار بار آنا“ ”لوٹ آنا“۔ چنانچہ اس دن کو عید اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دن بار بار ہر سال لوٹ کر آتا ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی رحمت خاصہ کے ساتھ رجوع فرماتے ہیں، اس لیے اس کا نام ”عید“ پڑا۔ اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ رمضان میں جو مسلمانوں کو کھانے پینے سے روکا گیا تھا تو اب عید کے دن سے کھانے پینے کا پچھلا معمول لوٹ آتا ہے اس لیے اس کو عید کہتے ہیں۔

عید کے کچھ احکام:

- ۱۔ عید کے دن عید مبارک کہنا جائز ہے۔
- ۲۔ عید کی نماز کے بعد عید کا ایک عمل سمجھ کر گلے ملنا یا مصافحہ کرنا ناجائز اور بدعت ہے۔ اگر نماز عید

کے لیے اکٹھے عید گاہ گئے ہوں یا پہلے مل چکے ہوں تو نماز کے بعد پھر گلے ملنا بذات خود ایک بے موقع عمل ہے۔ حالانکہ دین میں مصافحہ اور معانقہ کا موقع متعین ہے کسی سے کچھ وقفہ بعد ملیں تو اس سے مصافحہ کرنا منسوں ہے اور جس سے طویل وقفہ بعد ملیں تو اس سے معانقہ کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ عید کی نماز کے اجتماع میں دعا کرنا جائز ہے۔ یہ دعا نماز کے متصل بعد یعنی خطبہ سے پہلے ہو یا خطبہ کے بعد ہو دونوں طرح جائز لیکن ان میں صرف ایک موقع پر کی جائے۔

۴۔ عید کا خطبہ اگرچہ سنت ہے لیکن اس خطبے کے وقت کلام وغیرہ سب حرام ہے اور خاموش رہنا واجب ہے لہذا جو لوگ شور وغل مچاتے ہیں وہ گناہگار ہوتے ہیں اسی طرح جو لوگ خطبہ چھوڑ کر چل دیتے ہیں وہ بھی غلط کرتے ہیں۔

عید کے دن سنت امور

(۱) شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا۔ (۲) غسل کرنا۔ (۳) مسواک کرنا۔ (۴) حسب طاقت عمدہ کپڑے پہننا۔ (۵) خوشبو لگانا (۶) صبح کو بہت جلد اٹھنا۔ (۷) عید گاہ بہت جلد جانا۔ (۸) عید الفطر میں صبح صادق کے بعد عید گاہ میں جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا اور عید الاضحیٰ میں نماز کے بعد اپنی قربانی کے گوشت سے کچھ کھانا مستحب ہے۔ (۹) عید الفطر میں عید گاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا۔ (۱۰) عید کی نماز عید گاہ میں پڑھنا۔ (۱۱) ایک راستے سے عید گاہ جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا۔ (۱۲) عید گاہ جاتے ہوئے راستے میں تکبیرات ”اللہ اکبر، اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر واللہ الحمد“ پڑھنا۔ مگر عید الفطر میں آہستہ آواز سے اور عید الاضحیٰ میں بلند آواز سے کہنا۔ (۱۳) سواری کے بغیر پیدل عید گاہ جانا۔

چاند رات اور عید کے دن کے فضائل اور ہماری کوتاہیاں

اس دن میں یہ عمدہ لباس اور ظاہری زیبائش و آرائش کا مقصد بھی اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے ساتھ عید گاہ میں پہنچ کر شکرانے کے طور پر عبادت کا ادا کرنا ہی ہوتا ہے۔ مگر افسوس کہ مسلمان اپنی مسرت و خوشی کے اظہار میں بے لگام اور سرکش ہو کر نفسانی خواہشات کے پیچھے لگ گئے اور دوسری قوموں کی طرح خوشی میں عیش و نشاط کی محفلیں آراستہ کرنے اور لذت و سرور میں بدمست ہو کر خدا فراموشی کرنے لگے اور عید

کو ایک قومی تہوار، محض کھیل تماشے اور فلم بینی کا دن سمجھ لیا اور اب تو یہ ہونے لگا کہ عید کا چاند نظر آتے ہی فضا تبدیل ہو جاتی ہے اور لوگ بازاروں کا رخ کرتے ہیں اور آئندہ دن کے تفریحی منصوبے ترتیب دیتے ہیں اور اپنی نیکیاں و ثواب سب برباد کر بیٹھتے ہیں۔ اس لیے خاص عید الفطر کی رات اور اس کے دن سے متعلق چند فضائل کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے عیدین (عید الفطر، عید الاضحیٰ) کی دونوں راتوں میں خالص اجر و ثواب کی امید سے عبادت کی، اس کا دل قیامت کے اس (ہولناک) دن میں نہیں مرے گا جس دن لوگوں کے دل خوف و دہشت سے مردہ ہو جائیں گے۔ (ابن ماجہ)

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا زکریا نے اپنے رسالہ فضائل رمضان میں ”الترغیب“ کے حوالہ سے حضرت ابن عباسؓ سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے، جس میں رمضان کے خاص انوار و برکات اور شب قدر کا حال بیان کیا گیا ہے اور پھر عید کی رات اور دن کا ذکر ان الفاظ میں موجود ہے۔

”پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر ”لیلۃ الجائزہ“ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں۔ وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں، راستوں کے موڑوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو انسان کے سوا سب مخلوق سنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے محمد ﷺ کی امت! اس کریم رب کی (بارگاہ) کی طرف چلو، جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے بڑے قصور معاف فرمانے والا ہے۔ پھر جب لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود ہمارے مالک! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے۔ تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے اپنی مغفرت عطا کر دی اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے بندو! مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ میری عزت کی قسم! جب تک کہ تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا (یعنی ان کو چھپاتا رہوں گا)۔ میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! میں تمہیں

مجرموں (کافروں) کے سامنے ذلیل و رسوا نہ کروں گا۔ بس اب بخشنے بخشنائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں راضی ہو گیا۔ فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو عید کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔

اس لیے ہمیں اس رات اور دن کو لغویات اور حماقتوں میں، خدا کی نافرمانی اور بے حیائی میں گزار کر اس معمار کی طرح نہیں بننا چاہیے کہ جو سا لہا سال کی محنت سے ایک بہت عمدہ اور بہترین عمارت قائم کرے اور جب اس کی اجرت و قیمت ملنے کا وقت آئے تو اپنے ہاتھوں سے اسے گرا دے اور تباہ و برباد کر دے اور نعرہ لگائے کہ مجھے اس اجرت سے کوئی غرض نہیں۔

عید کے دن کے مختصر مسنون و مستحب اعمال

عید کا دن چونکہ عبادت اور خوشی کے مجموعے کا دن ہے، اس لیے شریعت کی طرف سے اس دن ایسے کام عبادت قرار دیے گئے ہیں جو ان دونوں عناصر کو شامل ہوں، یعنی ان میں عبادت کا پہلو بھی ہو، اور خوشی و مسرت کا پہلو بھی۔ چنانچہ احادیث و روایات سے چند اعمال کا سنت و مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے، جن کا خلاصہ یہ ہے:

- 1- عید کی رات میں حسبِ توفیق نفلی عبادت و ذکر کرنا، اور بطور خاص گناہوں سے بچنا۔
- 2- عید کے دن صبح سویرے اٹھنا، فجر کی نماز ادا کرنا،
- 3- شریعت کے موافق طہارت و نظافت اور صفائی ستھرائی اور زیب و زینت اختیار کرنا۔
- 4- خوب اہتمام کے ساتھ میل کچیل دور کر کے غسل کرنا۔
- 5- خاص اہتمام کے ساتھ مرد و عورت سب کو مسواک کرنا۔
- 6- زائد بال اور ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے ناخن وغیرہ کاٹنا۔
- 7- پاک و صاف عمدہ لباس جو میسر ہو پہننا۔
- 8- خوشبو لگانا (مگر خواتین تیز خوشبو لگانے سے پرہیز کریں)
- 9- صدقہ فطر ادا نہ کیا ہو تو عید کی نماز سے پہلے پہلے ادا کر دینا۔
- 10- عید کی نماز کے لیے جلدی پہنچنا۔
- 11- کوئی عذر نہ ہو تو عید کی نماز ادا کرنے کے لیے پیدل جانا۔

- 12- کوئی عذر نہ ہو تو عید کی نماز عید گاہ میں ادا کرنا۔
- 13- عید کی نماز کے لیے جاتے ہوئے راستے میں تکبیر کہنا، اور تکبیر ان الفاظ میں کہنا بہتر ہے:
 ”اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَاللَّهُ أَحْمَدُ“۔
- 14- عید الفطر کی نماز کے لیے جانے سے پہلے کچھ کھالینا۔
- 15- جس راستے سے عید کی نماز کے لیے جائیں اس کے علاوہ سے واپس آنا۔
- 16- اپنی وسعت و حیثیت کے مطابق صحیح مستحقین و مساکین کو صدقہ کرنا۔
- 17- حسب حیثیت اپنے اہل و عیال اور گھر والوں کی ضروریات (لباس، اور کھانے پینے وغیرہ) میں وسعت و فراخی کرنا۔
- 18- گھر والوں، عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا۔



کرونا اور دیگر وبائی امراض سے حفاظت کے لیے دعائیں:

صبح و شام (فجر اور مغرب کے بعد) تین تین مرتبہ مندرجہ ذیل دعاؤں کا اہتمام کریں:

"أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ".

"بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ".

اور درج ذیل درود شریف کا کثرت سے ورد کیا جائے:

"اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بَعْدَ كُلِّ دَاءٍ وَدَوَاءٍ

وَبَعْدَ كُلِّ عِلَّةٍ وَشِفَاءٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ".

(شفاء القلوب، ص: 223، روح البیان - 7/234، ط: دارالکتب العلمیہ)

ان اعمال کے اہتمام سے ان شاء اللہ تعالیٰ کرونا وائرس اور تمام وبائی، روحانی اور جسمانی امراض سے

تھناظت ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

حضرت مولانا قاری حنیف جالندھری

جنرل سیکرٹری وفاق المدارس العربیہ پاکستان

صدر پاکستان کی دعوت پر اجلاس اور متفقہ اعلامیہ

جس دن سے کرونا وائرس کی وجہ سے دنیا بھر میں لاک ڈاؤن کا سلسلہ شروع ہوا، خوف و ہراس کی فضا پیدا ہوئی، بعض ممالک میں اموات کا آغاز ہوا اور اس وبا نے پاکستان کے دروازوں پر دستک دینا شروع کی اس دن سے جہاں حکومتی، انتظامی، طبی، معاشی اور دیگر حوالوں سے یہ وبا ایک چیلنج تھا وہیں دینی حوالے سے اس معاملے کی نزاکت بہت زیادہ تھی۔ ایک طرف انسانی جان کے تحفظ کا مسئلہ تھا، لوگوں کو ایک خطرے سے بچانا مقصود تھا، حکومت کے ساتھ تعاون پیش نظر تھا جبکہ دوسری طرف یہ بات بھی پیش نظر تھی کہ مسلمانوں کے نزدیک صرف اسباب اور احتیاط ہی سب کچھ نہیں اگرچہ اسباب اختیار کرنے کا حکم ہے، احتیاط ضروری ہے، جان بچانا فرض ہے لیکن اصل چیز اللہ رب العزت کا امر اور فیصلہ ہے۔ اللہ رب العزت کی نصرت اور رحمت کے حصول کے لیے رجوع الی اللہ، عبادت و اعمال کا اہتمام اور دعاؤں کا سلسلہ از حد ضروری ہے۔ الحمد للہ علماء کرام نے ہمیشہ کی طرح مشکل کی اس گھڑی میں اپنی ذمہ داری کما حقہ ادا کی، دونوں پہلوؤں کو پیش نظر رکھا، سخت خوف و ہراس کے عالم میں میدان عمل میں نکلے، قوم کی مکمل رہنمائی کی، تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے ایک موقف اپنایا، ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا، آج کئی ہفتوں کے بعد حکومت اور دیگر سب طبقات اسی اعلامیہ پر آگئے۔

کاش! یہ سب شروع میں ہی کر لیا جاتا، اس عرصے میں بعض مقامات پر، بد انتظامی کا مظاہرہ کیا گیا،

دوہرے رویے، امتیازی سلوک، علماء دشمنی، اسلام بیزاری کے عجیب و غریب نمونے سامنے آئے، حکومت اور خاص طور پر سارے صوبائی یونٹ تو ابھی تک کسی بات پر متفق نہیں ہو پائے، وفاق کی پالیسی کچھ اور ہے، سندھ میں کچھ اور چل رہا ہے، کشمیر کی صورتحال ہی مختلف ہے، خیبر پختونخوا اور بلوچستان کا منظر نامہ جدا ہے، گلگت بلتستان الگ ہی دنیا ہے، پھر سیاسی جماعتوں کی اپنی اپنی راگنی ہے، جب کہ علماء کرام پہلے دن سے متفقہ اعلامیہ پر ہیں، اب خود اندازہ کیجیے کہ فرقہ واریت کہاں ہے؟ اور بحران کے اس دور میں کس نے قوم کو تقسیم کیا؟

بد قسمتی سے تمام تر بد انتظامی اور ناکامی کا ملبہ مساجد پر ڈالا گیا، کئی جگہوں پر مساجد کے ائمہ و خطباء کی گرفتاریاں ہوئیں، علماء کرام کو ہراساں کیا گیا، کرونا کے ایشو کو مذہب کے ساتھ نتھی کرنے کی کوشش کی گئی، تبلیغی جماعت کا بدترین میڈیا ٹرائل ہوا اور یوں ہر گزرتے دن کے ساتھ حالات مزید خراب سے خراب ہوتے چلے گئے لیکن ہم نے الحمد للہ اس صورت حال میں بھی ہمت نہیں ہاری اور اپنا کام کرتے رہے، اپنی بساط کے مطابق کوشش میں لگے رہے۔ ہم نے اپنے اس اصولی موقف کے لیے الحمد للہ بہت سا ہوم ورک کیا، رائے سازی پر توجہ دی، میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعے دینی طبقات کا مقدمہ لڑا، ہر طبقہ فکر نے ہماری تائید و حمایت کی، ہم نے مسلسل تمام مکاتب فکر کے علماء کرام سے رابطہ رکھا، مشاورت کا سلسلہ جاری رہا، اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کے قائدین اور دینی سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں سے رابطہ اور مشاورت رہی خاص طور پر شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے سب سے اہم اور موثر کردار ادا کیا، مولانا فضل الرحمن ہمیشہ کی طرح رہنمائی فرماتے رہے، محترم و مکرم مفتی منیب الرحمن پیش پیش رہے، وفاق المدارس الشیعہ اور وفاق المدارس السلفیہ نے اپنا موقف آجانے کے باوجود تائید کی، اس سلسلے میں قاضی نیاز حسین نقوی اور مولانا یاسین ظفر کا ممنون ہوں۔ مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالملک اور جناب سراج الحق نے مکمل تائید کی، صاحبزادہ اویس نورانی، محترم حافظ عاکف سعید اور ہمارے رفقاء میں سے مولانا ڈاکٹر عادل خان، مولانا ڈاکٹر سعید اسکندر، مولانا امداد اللہ نے بھرپور کردار ادا کیا جن علماء کرام کو کسی قسم کی پریشانی یا مسائل کا سامنا کرنا پڑا ان کا ہر ممکن تعاون کیا، تبلیغی جماعتوں کو درپیش صورتحال پر اپنی بساط کے مطابق جدوجہد کی اس حوالے سے بہت سے لوگوں اور طبقات کا بھرپور تعاون شامل رہا۔

بالخصوص مسلم لیگ ق کے سربراہ چودھری شجاعت حسین اور چودھری پرویز الہی صاحب نے ہمیشہ کی

طرح سب سے بڑھ کر تعاون بھی کیا اور کلیدی کردار ادا کیا اور اس سلسلے میں برادر م حافظ عمار یا سر صوبائی وزیر معدنیات اور برادر محترم راسخ الہی نے قابل قدر تعاون کیا، حافظ طاہر محمود اشرفی مسلسل سرگرم عمل رہے میں سب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ پہلے دن سے ہی علماء کرام کے تعاون کی قدر کی جاتی، تمام مکاتب فکر کے سرکردہ حضرات کو اعتماد میں لے کر ایک بیانیہ تشکیل دیا جاتا لیکن بد قسمتی سے ایسا نہ ہو سکا لیکن خیر دیر آید درست آید کے مصداق الحمد للہ اب صدر پاکستان کی دعوت پر تمام مکاتب فکر کے قائدین، حکومتی ذمہ داران اور اسٹیک ہولڈرز کا اہم ترین اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں چاروں صوبوں، آزاد کشمیر، گلگت بلتستان اور وفاقی دارالحکومت کی طرف سے بھرپور نمائندگی تھی اور الحمد للہ اتفاق رائے سے ایک فارمولہ طے پایا اور سب نے مساجد کو کھلا اور آباد رکھنے پر اتفاق کیا، وفاقی وزیر مذہبی امور محترم جناب پیر نور الحق قادری اور اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے چیئرمین ڈاکٹر قبلہ ایاز نے اس اجلاس کے انعقاد اور متفقہ اعلامیہ کی ترتیب و تدوین میں قابل تحسین کردار ادا کیا۔

اس موقع پر میں نے اپنی گفتگو میں اپنے دیرینہ موقف کا اعادہ کیا کہ احتیاطی تدابیر اختیار کرتے ہوئے مساجد کو آباد رکھا جائے کیونکہ اس وبا سے چھٹکارا پانے کے لیے رجوع الی اللہ، اعمال و اذکار اور دعاؤں کا اہتمام کرنے کی اشد ضرورت ہے اور یہ کام علماء کرام کی قیادت و رہنمائی کے بغیر ممکن نہیں اسی طرح ہم سمجھتے ہیں کہ اس وقت کرونا وائرس سے زیادہ جو خوف و ہراس ہے، لوگ جس ڈپریشن کا شکار ہیں طرح طرح کی باتیں سن کر جس طرح نفسیاتی مریض بنتے جا رہے ہیں انہیں درست رہنمائی مہیا کی جائے، انہیں قرآن و سنت اور دینی تعلیمات کی روشنی میں حوصلہ دینے اور ان میں امید جگانے کی ضرورت ہے۔ اس حوالے سے منبر و محراب سب سے زیادہ کردار ادا کر سکتے ہیں۔

آج اس موقع پر جب الحمد للہ اتفاق رائے سے ہم سب ایک نتیجے تک پہنچے ہیں حکومت اور عوام سے کہنا چاہوں گا کہ سب خصوصی دعاؤں اور اعمال کا اہتمام کریں تاکہ اللہ رب العزت اس آزمائش سے ہمیں نجات دیں اور اس فیصلے کو پوری قوم ہی نہیں پوری امت کے لیے خیر کا باعث بنائیں۔ اللہ رب العزت ہماری مساجد کے کھلنے کو پورے عالم اسلام کی مساجد، حرمین شریفین اور ہر جگہ کا لاک ڈاؤن ختم کرنے کا ذریعہ بنا دیں، یہاں میں پوری قوم سے انتہائی درد دل سے یہ اپیل کرنا چاہوں گا کہ اپنی اپنی مساجد میں اور اپنی بساط کے مطابق احتیاطی تدابیر کا بطور خاص اہتمام کریں، ان پر عمل کریں اور کرائیں، کسی کو انگلی

اٹھانے یا شکایت کا موقع نہ دیں، یاد رکھیں اسلام مخالف اور سیکولر عناصر ایسے کسی موقع کی تلاش اور تاک میں ہوں گے جسے وہ اسلام، مسجد، مذہبی طبقات اور علماء کرام کے خلاف استعمال کر سکیں ہمیں دعاؤں کے ساتھ ساتھ عملی طور پر بھی اس کا اہتمام کرنا ہے کہ ہم کسی قسم کی بے احتیاطی اور غیر ذمہ داری کا مظاہرہ نہ کریں، مجھے اللہ رب العزت کی رحمت سے امید ہے کہ اللہ رب العزت مشکل کی اس گھڑی میں ضرور ہمارے ساتھ کرم اور فضل والا معاملہ فرمائیں گے اور جلد اس صورتحال سے نجات دیں گے..... ان شاء اللہ

علماء کے ساتھ مشاورتی اجلاس کے بعد اعلامیہ جاری کیا گیا جس میں صدر مملکت عارف علوی نے کہا کہ کانفرنس میں 20 نکات پر اتفاق کر لیا گیا اور جب تمام مکاتب فکر کے درمیان اتفاق ہو جائے تو اس کی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہیے جس 20 نکاتی اعلامیے پر اتفاق ہوا وہ مندرجہ ذیل ہے۔

☆ مساجد اور امام بارگاہوں میں قالین یا دریاں نہیں بچھائی جائیں گی، صاف فرش پر نماز پڑھی جائے گی۔

☆ اگر کچا فرش ہو تو صاف چٹائی بچھائی جاسکتی ہے۔

☆ جو لوگ گھر سے اپنی جائے نماز لا کر اس پر نماز پڑھنا چاہیں، وہ ایسا ضرور کریں ☆ نماز سے پیشتر اور بعد میں مجمع لگانے سے گریز کیا جائے۔

☆ جن مساجد اور امام بارگاہوں میں صحن موجود ہوں وہاں ہال کے اندر نہیں بلکہ صحن میں نماز پڑھائی جائے۔

☆ 50 سال سے زائد عمر کے لوگ، نابالغ بچے اور کھانسی نزلہ زکام وغیرہ کے مریض مساجد اور امام بارگاہوں میں نہ آئیں۔

☆ مسجد اور امام بارگاہ کے احاطہ کے اندر نماز اور تراویح کا اہتمام کیا جائے، سڑک اور فٹ پاتھ پر نماز پڑھنے سے اجتناب کیا جائے۔

☆ مسجد اور امام بارگاہ کے فرش کو صاف کرنے کے لیے پانی میں کلورین کا محلول بنا کر دھویا جائے۔

☆ اسی محلول کو استعمال کر کے چٹائی کے اوپر نماز سے پہلے چھڑکاؤ بھی کر لیا جائے۔

☆ مسجد اور امام بارگاہ میں صف بندی کا اہتمام اس انداز سے کیا جائے کہ نمازیوں کے درمیان 3

فٹ کا فاصلہ رہے، ایک نقشہ منسلک ہے جو اس سلسلے میں مدد کر سکتا ہے۔
 ☆ مسجد اور امام بارگاہ انتظامیہ یا ذمہ دار افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جائے جو احتیاطی تدابیر پر عمل درآمد کو یقینی بنا سکے۔

☆ مسجد اور امام بارگاہ کے منتظمین اگر فرش پر نمازیوں کے کھڑے ہونے کے لیے صحیح فاصلوں کے مطابق نشان لگا دیں تو نمازیوں کی اقامت میں آسانی ہوگی۔

☆ وضو گھر سے کر کے مسجد اور امام بارگاہ تشریف لائیں، صابن سے 20 سیکنڈ ہاتھ دھو کر آئیں۔
 ☆ لازم ہے کہ ماسک پہن کر مسجد اور امام بارگاہ میں تشریف لائیں اور کسی سے ہاتھ نہیں ملائیں اور نہ بغل گیر ہوں۔

☆ اپنے چہرے کو ہاتھ لگانے سے گریز کریں، گھر واپسی پر ہاتھ دھو کر یہ کر سکتے ہیں۔
 ☆ موجودہ صورتحال میں بہتر یہ ہے کہ گھر پر اعتکاف کیا جائے ☆ مسجد اور امام بارگاہ میں اجتماعی افطار اور سحر کا انتظام نہ کیا جائے۔

☆ مساجد اور امام بارگاہ انتظامیہ، ائمہ اور خطیب ضلعی و صوبائی حکومتوں اور پولیس سے رابطہ اور تعاون رکھیں۔

☆ مساجد اور امام بارگاہوں کی انتظامیہ کو ان احتیاطی تدابیر کے ساتھ مشروط اجازت دی جا رہی ہے۔

☆ اگر رمضان کے دوران حکومت یہ محسوس کرے کہ ان احتیاطی تدابیر پر عمل نہیں ہو رہا ہے یا متاثرین کی تعداد خطرناک حد تک بڑھ گئی ہے تو حکومت دوسرے شعبوں کی طرح مساجد اور امام بارگاہوں کے بارے میں پالیسی پر نظر ثانی کرے گی۔

☆ اس بات کا بھی حکومت کو اختیار ہے کہ شدید متاثرہ مخصوص علاقہ کے لیے احکامات اور پالیسی تبدیل کی جاسکتی ہے۔



”جہان دیدہ“

بیس ملکوں کا سفر نامہ

سفر نامہ وہ بیانیہ ہے جسے مسافر سفر کے دوران یا منزل پر پہنچ کر اپنے تجربات اور مشاہدات کی مدد سے تحریر کا جامہ پہناتا ہے اور اپنی گزری ہوئی کیفیات سے دوسروں کو واقف کراتا ہے۔ راہ میں پیش آنے والے اپنے تحیر، استعجاب اور اضطراب کو اس طرح سے قلم بند کرتا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے نہ صرف پوری تصویر آجاتی ہے بلکہ اس مقام سے متعلق تمام معلومات مع تفصیل اس کے علم اور آگہی میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ ”جہان دیدہ“ بھی ایسا ہی ایک سفر نامہ ہے جو شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ کے سفر ناموں کا پہلا مجموعہ ہے جو بیس ملکوں کے سفر کی تفصیل اور روئیداد پر مشتمل ہے۔ قبل ازیں آپ ان صفحات پر حضرت مفتی صاحب کا سفر نامہ ”سفر و سفر“ پڑھ چکے ہیں جسے قارئین نے بہت پسند کیا۔ اب قسط وار ”جہان دیدہ“ شائع کیا جا رہا ہے جو نہایت دلچسپ اور اپنے اندر بیش بہا معلومات کا خزانہ لئے ہوئے ہے، امید ہے قارئین پسند کریں گے اور یہ سلسلہ ان کے علم و عمل میں اضافے کا باعث بنے گا۔ انشاء اللہ

حضرت حدیفہ بن یمانؓ

حضرت سلمان فارسی کے مزار کے قریب ہی دو مزارات اور ہیں، ان میں ایک حضرت حدیفہ بن یمانؓ کا ہے، اور دوسرے صاحب مزار کا نام حضرت عبداللہ بن جابرؓ لکھا ہوا ہے۔ حضرت حدیفہ بن یمانؓ عنہ مشہور جلیل القدر صحابہؓ کرام میں سے ہیں۔ یہ قبیلہ بنو عبیس سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے وطن ہی میں اپنے والد ماجد کے ساتھ اسلام لے آئے تھے جن کا اصل نام ”حسل“ تھا اور لقب ”یمان“۔ اسلام لانے کے بعد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ

ہوئے۔ اتفاق سے یہ ٹھیک وہ وقت تھا جب آنحضرت ﷺ غزوہ بدر کی تیاری فرما رہے تھے اور آپ ﷺ کے مقابلے کے لئے ابو جہل کا لشکر مکہ مکرمہ سے روانہ ہو چکا تھا۔ حضرت حدیفہ بن یمان اور ان کے والد کی راستے میں ابو جہل کے لشکر سے ڈبھیڑ ہو گئی۔ انہوں نے دونوں کو گرفتار کر لیا اور کہا کہ تم لوگ محمد ﷺ کے پاس جا رہے ہو، انہوں نے جواب دیا کہ ”ہم تو مدینہ جا رہے ہیں۔“ اس پر ابو جہل کے لشکر والوں نے ان سے کہا کہ؟؟ ہم تمہیں اس وقت تک آزاد نہیں کریں گے جب تک تم ہمارے ساتھ یہ معاہدہ نہ کرو کہ صرف مدینہ جاؤ گے، لیکن ہمارے خلاف جنگ میں ان کا ساتھ نہیں دو گے۔ مجبوراً ان حضرات نے معاہدہ کر لیا اور اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر آپ ﷺ سے سارا واقعہ ذکر کیا۔

اس وقت حق و باطل کا سب سے پہلا معرکہ درپیش تھا۔ مقابلہ ان کفارِ قریش سے تھا جو اسلحہ میں غرق ہو کر آئے تھے اور جن کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں تین گناہ سے بھی زائد تھی اور مسلمانوں کے لئے ایک ایک آدمی بڑا قیمتی تھا۔ لیکن سرکارِ دو عالم ﷺ نے سنگین حالات میں بھی معاہدے کی خلاف ورزی کو گوارا نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ:

نفی بعہدہم، ونستعین اللہ علیہم

”ہم ان کے عہد کو پورا کریں گے اور کفار کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں گے“

(صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب الوفاء بالعہد (نمبر 1778) و مسند احمد (ج 5 ص 395) و مستدرک حاکم

(ج 379)

اس بنا پر آپ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ امانت اور وفا کی ایسی تابناک مثالیں کسی اور قوم کی تاریخ میں کہاں مل سکتی ہیں؟

غزوہ احد میں حضرت حدیفہ بن یمانؓ شریک ہوئے، لیکن ایک افسوس ناک غلط فہمی کی بنا پر ان کے والد ماجد حضرت یمانؓ خود مسلمانوں ہی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ چونکہ یہ حادثہ غلط فہمی میں پیش آیا تھا، اس لئے حضرت حدیفہ نے بھائیوں کو خون بہا معاف فرما دیا۔ (صحیح بخاری وغیرہ)

غزوہ احزاب میں حضرت حدیفہ بن یمان نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے، آنحضرت ﷺ

نے غزوہ احزاب کی آخری رات میں آپ کو کفار کے لشکر کی خبر گیری کے لیے بھیجا تھا اور انہوں نے انتہائی جرات و شجاعت اور حکمت و تدبیر کے ساتھ یہ خطرناک مہم انجام دی، یہاں تک کہ کفار کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کی مردم شماری بھی آپ ہی کے سرپر دفرمائی تھی۔ جسے آپ نے بطریق احسن انجام دیا۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، نمبر 149)

آنحضرت ﷺ نے آپ کو آنے والے فتنوں کے بارے میں بہت کچھ بتا رکھا تھا اور بہت سے منافقین کی نشاندہی بھی فرما رکھی تھی۔ اسی لئے آپ کو صاحب السر (آنحضرت ﷺ کا راز دار) کہا جاتا تھا۔ حدیہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے آپ کو قسم دے کر پوچھا کہ میرا نام تو منافقین کی فہرست میں شامل نہیں۔ حضرت حدیفہ نے انکار فرمایا۔ (کنز العمال ص 344، ج 13)

آنحضرت ﷺ کے بعد بھی آپ مسلسل مصروف جہاد رہے، دینور کا علاقہ آپ ہی کے مبارک ہاتھوں سے فتح ہوا۔ عراق اور ایران کی فتوحات میں آپ نے غیر معمولی خدمات انجام دیں۔ کسری کے دربار میں آپ ہی نے وہ ولولہ انگیز تقریر فرمائی جس نے کسری کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا۔

ایران کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے آپ کو مدائن کا عامل (گورنر) مقرر فرما دیا تھا۔ آپ کسری کے دار الحکومت کے گورنر بن کر پہنچے تو اس شان سے کہ ایک دراز گوش پر سوار تھے جس کے پالان کے ساتھ تھوڑا سا دراز رکھا ہوا تھا۔ اہل مدائن نے آپ کا استقبال کیا اور پیش کش کی کہ ہم آپ کی ہر خواہش پوری کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آپ نے جواب دیا۔

طعاما اكله، و علف حماری هذا من تین

بس میرے لئے یہ کافی ہے کہ مجھے کھانے کے لئے کھانا مل جائے اور میرے اس دراز گوش کا چارہ“
عرصہ دراز تک حضرت حدیفہؓ اسی سادگی کے ساتھ مدائن کے گورنر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ایک مرتبہ یہاں سے مدینہ طیبہ گئے تو حضرت عمرؓ راستے میں چھپ کر بیٹھ گئے، مقصد یہ تھا کہ اگر مدائن سے کچھ مال و دولت لے کر آئے ہوں تو پتہ چل جائے لیکن دیکھا کہ وہ جس حال میں گئے تھے، اسی حال میں

واپس آگئے۔ حضرت عمر نے یہ دیکھ کر انہیں گلے سے لگا لیا۔

(سیر اعلام النبلاء للذھبی ص 366 ج 2)

حضرت حدیفہ بن یمانؓ آخر میں مدائن ہی میں مقیم رہے اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے چالیس

دن بعد آپ نے مدائن میں وفات پائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه۔

حضرت عبداللہ بن جابرؓ

انہی کے برابر میں دوسرے مزار پر صاحب مزار کا نام ”عبداللہ بن جابر“ لکھا ہوا ہے۔ آپ کے بارے میں احقر کو پوری تحقیق نہ ہو سکی کہ کون بزرگ ہیں؟ جہاں تک حضرت جابر بن عبداللہؓ کا تعلق ہے، وہ مشہور انصاری صحابی ہیں، لیکن ان کا قیام مدینہ طیبہ ہی میں رہا ہے اور وہیں ان کی وفات ہوئی (الاصابہ ص 214، ج 1)

عبداللہ بن جابرؓ نام کے دو صحابہ کرام کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے، ایک عبداللہ بن جابر الانصاری البیاضی ہیں اور دوسرے عبداللہ بن جار البعدی۔ لیکن دونوں بزرگوں کے نہ حالات دستیاب ہیں، اور نہ یہ معلوم ہے کہ انہوں نے کہاں وفات پائی (ملاحظہ ہو الاصابہ ص 277، ج 2) لہذا ایک احتمال تو یہ ہے کہ صاحب مزار ان میں سے کوئی بزرگ ہوں۔

دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ آپ مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہ کے صاحبزادے ہوں اور مدائن میں آ کر مقیم ہو گئے ہوں، لیکن معمولی جستجو سے احقر کو حضرت جابر بن عبداللہ کے صاحبزادے کا کوئی تذکرہ نہیں مل سکا جس سے اس احتمال کی تصدیق یا تکذیب ہو سکے۔ بہر کیف اس علاقے میں مشہور یہی ہے کہ یہ صحابہ میں سے ہیں۔



از ”حاجی صاحب ضمیر“

مرتب: مولانا محمد ذکفل

سوانح حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ

مجدد تبلیغ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے۔ آپ نے اپنی حیات مستعار کی سات ہائیاں دین کی اشاعت اور تبلیغ کی محنت میں وقف کر دیں۔ حاجی صاحب کی جدائی یقیناً ایک عظیم قومی سانحہ ہے اور یہ ایسا خلا ہے جو شاید کبھی پُر نہ ہو سکے، لیکن قدرت کے فیصلوں کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے، آخر سب کو جانا ہے اور جانے والے کبھی واپس نہیں آتے، ہاں ان کی حسین یادیں ہمیشہ ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں۔

ان کے انتقال کے بعد یہ بات شدت سے محسوس ہوئی کہ ان کے حقیقی احوال و واقعات مجتمع ہو جائیں تاکہ ان کی سیرت و کردار کے درخشاں پہلو امت کے سامنے آسکیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کر کے لوگوں کو بھی اپنی زندگی کا رخ متعین کرنے میں مدد مل سکے۔ اسی مقصد کے پیش نظر جامعہ کے شعبہ نشر و اشاعت نے حضرت حاجی صاحبؒ کے سوانح حیات، دینی و تبلیغی خدمات، تقسیم ہند سے قبل اور بعد کے تبلیغی حالات و واقعات کو خوبصورت انداز میں یکجا کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور مختصر عرصے میں تقریباً سات سو صفحات کی ضخیم کتاب تیار ہو گئی جو بحمد اللہ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے، جس کی طباعت اول ہاتھوں ہاتھ تک بھی گئی ہے اب اس کی طباعت ثانی پر کام جاری ہے، قارئین کے فائدے اور دلچسپی کے لئے اسے ”ماہنامے“ میں قسط وار شائع کیا جائے گا۔ امید ہے قارئین اسے پسند فرمائیں گے۔

دعوت و تبلیغ کی فکری اساس (یا بنیادی ایمان و یقین)

حضرت جی کے سامنے یہ دعوت اپنی ترتیب کے ساتھ منکشف تھی اور اس کا نقشہ بالکل مرتب تھا اور یہ

ترتیب و خاکہ ان کا کوئی ذہنی اختراع یا کسی انسانی دماغ کی کاوش کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اٹل قوانین تشریحی اور نظام ہدایت کی معرفت و یافت سے ہوا تھا، اسی وجہ سے یہ نظام حضرت جی کے عقیدہ کا لائیفک جزء بن چکا تھا۔

امت مسلمہ پورے عالم کی طرف مبعوث ہے، یہ قعود و عزلت کی زندگی نہیں بسر کر سکتی، اس کی رہبانیت اور درویشی دین کی محنت ہے، اس لیے امت کے مختلف احوال و ظروف میں ہجرت و نصرت اور نفرو جہاد کے احکام دیے گئے۔

ان اساسی حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور ان کے خلف الصدق اور خلیفہ ارشد حضرت جی نور اللہ مرقدہ کی دعوت پر غور کریں گے تو کسی درجہ میں یہ بات سمجھ سکیں گے کہ یہ خاصان خدا اس کام کو اس قدر اہمیت کیوں دیتے تھے، وہ یقین کے ساتھ سمجھتے تھے بلکہ گویا آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ یہ غیر متبدل سنت اللہ اور اللہ تعالیٰ کا اٹل دستور اور فیصلہ ہے کہ اس بات کے لیے بلکہ سارے عالم انسانی کے لیے خیر و شر کے فیصلے کا انحصار اب امت محمدیہ کے عمل دعوت اور اس راہ کی محنت اور قربانی پر ہے، اگر اس نے دعوت کے کام کو اور اس کی راہ میں ٹھوکریں کھانے کو نہیں اپنایا تو وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور مددوں سے محروم ہوگی اور سارے انسانی عالم کی بھی ہدایت و رحمت سے محرومی کا باعث بنے گی، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور سینوں کو اس یقین سے بھر دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے امت کے لیے اور عالم کے لیے خیر اور ہدایت کے فیصلے کرانے کا راستہ یہی ہے کہ امت میں منہاج نبوی پر دعوت اور قربانی زندہ ہو اس کے سوا سب دروازے بند ہیں۔

بہر حال حضرت جی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اللہ تعالیٰ کے نظام ہدایت کے اٹل قوانین اور غیر متبدل سنت اللہ کی بناء پر دعوت و ہدایت کا ایک خاص خاکہ و نقشہ تھا جس پر ان کا ویسا ہی ایمان و یقین تھا جیسا کہ کسی بدیہی سے بدیہی چیز پر ہو سکتا ہے، اس خاکہ و نقشہ کا ہر خدو خال انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصص قرآن حکیم کی ہدایات، سنن نبویہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پوری زندگی تھی اور وہ ہر قدم خدا کی توفیق سے دیکھ دیکھ کر اٹھاتے تھے، یہ دعوت محض چند اعمال کی دعوت نہ تھی بلکہ پورے دین کے احیاء کی پوری عالم میں کوشش تھی، بعض ناواقف جو صورت حال سے واقف نہیں اسے سطحی دعوت سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ ان کی تنگ نظری اور سطحیت کی دلیل ہے، کاش وہ حضرات جنہیں اللہ

تعالیٰ نے علمی و عملی صلاحیتوں سے نوازا ہے، اس کام کو سمجھتے اور اپنا لیتے، چند اعمال کے احیاء کا سوال نہیں بلکہ ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے جو اپنے مقصد عقائد و ایمان، احوال و اعمال، عبادت و للہیت، افکار و احساسات، اخلاق و معاشرت میں صحابہ کا نمونہ ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت و قدرت سے اُمید ہے کہ جس طرح اس نے انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں اسے اُٹھایا، بڑھایا، چکایا اور اس سطح پر پہنچا دیا، آئندہ بھی اس کے فروغ کی صورتیں پیدا فرمائے گا۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

حضرت جی کے اخلاق، عمل، مسلسل مجاہدات، طریق دعوت کی درستگی اور دعاؤں کا یہ اثر تھا کہ وہ کام جو حضرت مولانا الیاس صاحب کے وصال کے وقت ہندوپاک کے صرف چند خاص خاص مقامات تک محدود تھا، وہ بڑھا پھیلا، اور دیکھتے دیکھتے یورپ و امریکہ، جاپان و افریقہ اقصائے مشرق سے اقصائے مغرب تک پہنچ گیا، جماعتوں اور دینی قافلوں کی ہندوپاک اور بیرونی ممالک میں نقل و حرکت سے لاکھوں فیضیاب ہوئے، ہزاروں نے راہ پائی، سینکڑوں متقی کامل بنے، سوتے جاگتے بے طلبیوں میں طلب پیدا ہوئی، بے دینوں میں احساسِ دین آیا، سونی مسجدیں آباد ہوئیں، اللہ کے دین کی آواز گلی گلی، کوچہ کوچہ، قریہ قریہ ملک بہ ملک گونجی، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنوں نے اس دعوت و محنت سے فیض پایا، اور کتنے بھٹکے ہوئے انسان راہ پر آئے، کتنی مردہ سنئیں زندہ ہوئیں، کتنے فرائض میں جان پڑی، کتنی نئی مساجد تعمیر ہوئیں، کتنے غافل و بے بہرہ دینی علوم کے طالب بنے، کتنے ذکر و شغل بنے، کتنوں میں دین کا درد و فکر پیدا ہوا کتنے لذت و حقیقت دُعا سے آشاء ہوئے، اس کام کے ثمراتِ عاجلہ کا بھی سچی بات یہ ہے کہ احاطہ نہیں کیا جاسکتا، آخرت ہی میں معلوم ہوگا کہ اس کام کے چالو ہو جانے سے عالم میں کتنی خیر کی صورتیں پھیلیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے حضرت جی مرحوم کی خصوصیات کے شمار میں ایک امتیازی خصوصیت جس میں ان کی نظیر ملنی مشکل ہے یہ تحریر فرمائی ہے:

”ان کی تقریروں اور صحبت کا وہ اثر ہے جو سامعین اور حاضرین پر پڑتا، خاص طور پر ان سلیم طبیعتوں پر جن کا دل و دماغ دوسرے اثرات سے آزاد اور ان کی طبیعتوں میں تسلیم و انقیاد کا مادہ غالب ہوتا ان کی کیمیا اثر صحبت اور ان کی انقلاب انگیز تقریروں نے اتنی زندگیوں میں تبدیلیاں پیدا کیں، اور اتنے دلوں اور دماغوں کو متاثر کیا جن کا شمار کرنا ممکن نہیں، ان صحبتوں اور تقریروں کے اثرات اتنے گہرے ہوئے کہ صورت اور سیرت

زندگی اور یہاں تک کہ سوچنے اور بولنے کا طریقہ بھی بدل جاتا۔“

پھر آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:

”مولانا کی دعوت اور شخصیت اپنے پورے شباب اور عروج پر تھی، ان کی ہمت کا طائر بلند پرواز کسی بلند سے بلند شاخ پر بھی آشیانہ بنانے کے لیے تیار نہ تھا، کوئی دُور سے دُور جگہ ان کو دُور اور مشکل سے مشکل کام ان کو مشکل نہیں معلوم ہوتا تھا، انہوں نے اپنی تیز رفتاری بلکہ برق رفتاری اور اپنی طبیعت کی بے چینی اور بے تابی سے برسوں کا کام مہینوں میں، اور مہینوں کا کام ہفتوں میں اور دنوں میں کر لیا، اپنے والد نامدار کے بعد نئے ملکوں میں جماعتوں کے جانے کا افتتاح کیا اور ساری دُنیا کو گھر کا آنگن بنا لیا، حج کا مسئلہ اٹھایا اور اس میں ایک نئی رُوح پھونک دی، اور دیکھتے دیکھتے حجاج کی تعداد اور ان کی کیفیات میں عظیم فرق پیدا ہو گیا۔ اجتماعات میوات کے محدود پیمانے سے نکل کر اتنے عظیم و وسیع بن گئے کہ بڑی بڑی سیاسی کانفرنسیں اور بڑے بڑے پبلک جلسے (مجمع کی کثرت میں بھی) ان کے سامنے ماند پڑ گئے، اور ان کی وہ کثرت ہوئی کہ مولانا کے لیے نظام الدین کا قیام مشکل ہو گیا، تبلیغی تقریروں غیر مسلموں سے خطاب حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ، موجودہ ماڈی زندگی پر تنقید اور فساد کے سرچشمہ کی نشان دہی کے باب کا افتتاح کیا اور ان میں ایسی کشش پیدا کر دی کہ سینکڑوں کی تعداد میں غیر مسلم شریک ہونے لگے اور متاثر ہوئے، یہ سب کام بڑی طویل عمر چاہتے تھے، لیکن مولانا نے پچاس برس سے کم عمر اور اپنی ذمہ داری اور دعوت کے صرف بیس سال کے اندر انجام دیئے، اور یہ سب منزلیں طے کر کے ۱۲ اپریل ۱۹۶۵ء کو بلال پارک لاہور میں اپنے خالق سے جا ملے۔“ (سوانح مولانا محمد یوسفؒ)

داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خاموش ہے

مولانا کے آخری وقت کا حال اور بیان سوانح یوسفؒ سے نقل کیا جاتا ہے:

”بالآخر نیش بلال پارک (جولاءور کا تبلیغی مرکز تھا) لائی گئی، مسجد کے اندر اور باہر ایک جم غفیر، ہر

ایک آنکھوں سے آنسو رواں، زبانیں خاموش، جسم ساکت تھے ہندوستان سے مولانا کے رفیق سفر مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری اٹھے اور فرمایا، بزرگو! دوستو! آج بہت بڑے صدمے کی بات ہوگئی کہ حضرت جی کا انتقال ہو گیا، دل پھٹ رہے ہیں، طبیعتوں میں ٹھہراؤ نہیں، ہمارے محدود ذہنوں کی محنت کا مرکز اُٹھ گیا، لیکن آج ایسے وقت میں ہمیں کیا کرنا ہے، سینے اور پوری توجہ سے سینے۔ فرمایا گیا کہ جب ایسا وقت آجائے تو اس موت کو یاد کرو جو ان پر گزری جو اس پوری کائنات کی تخلیق کا باعث تھے ہمارے ماں باپ قربان نبی ﷺ پر کیا اس دھرتی پر اس دن سے بھی زیادہ کوئی براد ن آیا ہوگا جس دن ہماری محبتوں کا مرکز اٹھا، آج کے دن مرنے والے سے محبتیں انہی کے واسطے سے تھیں، اس لیے آج ہمیں وہی کچھ کرنا ہے جو اس وقت اصل محبت والوں نے کر دکھایا اس وقت کا پورا نقشہ پیش کیا، اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کا واقعہ سنایا گیا کہ دین کی دعوت کے لیے لشکر تیار کھڑا ہے، ادھر اس کائنات کے محسن اعظم ﷺ کی نعش مبارک رکھی ہے، لیکن سب سے پہلے جو کام کیا گیا وہ یہ تھا کہ لشکر کی روانگی پوری محنتوں سے کی گئی، ہزاروں رکاوٹیں درپیش، لیکن محبت کا تقاضا تو اصل میں یہی تھا جس کی بدولت یہ سب کچھ ظہور میں آیا اور بتایا گیا کہ اس طریقے کی بانی حضرت مولانا الیاس صاحب کی موت پر اسی مرنے والے نے اس وقت تک میت اٹھانے کی اجازت نہ دی جب تک کہ اللہ کی راہ میں تین تین چلوں کی جماعتیں روانہ نہ کر دیں، آج ہم انہیں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بتائے دیتے ہیں کہ یہ میت اسی وقت اٹھے گی جب یہاں سے اس وقت جماعتیں تیار ہو کر اللہ کی راہ میں نکل جائیں گی، اللہ اکبر! بیان میں کیا تاثیر تھی کہ واقعی جماعتیں تیار ہو گئیں اور روانگی کی فکر ہونے لگی، خوشی ہوئی کہ اس مرد درویش کے اُٹھ جانے کے بعد بھی سعید رحیم موجود ہیں جو ایسے وقت میں خود بھی سنبھلتی ہیں اور دوسروں کے لیے سہارا بنتی ہیں۔

بہر حال آپ کا جنازہ دہلی نظام الدین میں لایا گیا، تدفین سے پہلے یہاں بھی اسی نوعیت کا بیان حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری نے فرمایا اور جماعتیں دُور اور دیر کے لیے خوب نکلیں۔



وہ اعذار جن کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا یا توڑنا جائز ہے

1- مرض

مسئلہ: اگر مریض کو اپنی جان ضائع ہونے یا کسی عضو کے بیکار ہو جانے یا بگڑ جانے یا کسی اور نئے مرض کے پیدا ہو جانے یا موجودہ مرض کے بڑھ جانے یا دیر میں صحت ہونے کا خوف ہو تو اس کو روزہ نہ رکھنا یا توڑ دینا جائز ہے۔ اور یہ حکم اس شخص کیلئے بھی ہے جس کو طلوع فجر سے پہلے مرض لاحق ہو اور اس کیلئے بھی جس کو روزہ رکھنے اور طلوع فجر کے بعد مرض لاحق ہوا ہو۔

تنبیہ: اوپر مذکور خوف کے ثابت ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ مریض کو کسی علامت یا اپنے تجربہ سے یا کسی ایسے دوسرے شخص کے تجربہ سے جس کو ایسا مرض لاحق ہو چکا ہو یا کسی ایسے مسلمان حاذق طبیب کے آگاہ کرنے سے جو کھلا ہوا فاسق نہ ہو گمان غالب حاصل ہو جائے۔ پس غیر حاذق طبیب کی رائے پر عمل کرنا جائز نہیں اور کافر طبیب کی بات پر تو عبادات میں اعتماد ہی نہیں کیا جاتا۔

مسئلہ: اگر تندرست آدمی کو روزہ سے مرض لاحق ہو جانے کا ڈر ہو تو وہ بھی مریض کے حکم میں ہے اور ڈر سے مراد یہ ہے کہ کسی علامت یا تجربہ سے یا کسی مسلمان حاذق طبیب کے آگاہ کرنے سے جو کھلا فاسق نہ ہو گمان غالب حاصل ہو جائے۔

مسئلہ: جو شخص مریضوں کی تیمارداری کرتا ہے اور اس کو خوف ہے کہ اگر روزہ رکھے گا تو کمزوری

ہوجانے کی وجہ سے وہ بیماری کی تیمارداری نہیں کر سکے گا اور بیمار ہلاک ہو جائیں گے تو وہ بھی مریض کے حکم میں ہے اور اس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

مسئلہ: دودھ پیتا بچہ جس کو پیٹ کی بیماری ہو اور اس بیماری سے اس کی موت کا خوف غالب ہو اور طبیبوں کا گمان غالب ہو کہ اگر اس کی دائی یعنی دودھ پلانے والی عورت فلاں دوا پئے گی تو وہ بچہ صحت یاب یا قریب الصحت ہو جائے گا اور اس دودھ پلانے والی عورت کو رمضان المبارک میں دن کے وقت اس دوا کا پینا ضروری ہے تو اس دائی کو روزہ نہ رکھنے یا رکھا ہو تو توڑنے کی اجازت ہے جبکہ یہ بات حاذق اور مسلمان اطباء نے کہی ہو۔

مسئلہ: اگر کسی پیشہ ور کو اپنا خرچہ کمانے کیلئے روزہ کے ساتھ اپنے پیشے میں مشغول ہونے سے ایسی بیماری و ضرر کا خوف ہو جس سے روزہ توڑ دینا مباح ہو جائے تو اس کو بیمار ہونے سے پہلے روزہ توڑنا حرام ہے۔

2- حمل اور دودھ پلانا

اگر حاملہ عورت یا دودھ پلانے والی اپنی یا بچے کی جان پر نقصان یا ہلاکت کا خوف کرے تو اس کو روزہ توڑ دینا جائز ہے۔

3- بے ہوشی

مسئلہ: ایام بے ہوشی کے تمام روزوں کی قضا کرے اگرچہ پورے ماہ رمضان میں بے ہوش رہا ہو۔
مسئلہ: جس شخص کو ماہ رمضان میں بے ہوشی ہوگئی اور وہ روزہ سے ہو تو جس دن بے ہوشی شروع ہوئی اس دن کے روزہ کی قضا نہ کرے کیونکہ اس دن کا روزہ پایا گیا جبکہ وہ ایسا بد عمل نہ ہو کہ سرے سے رمضان کا روزہ رکھتا ہی نہ ہو۔

اور اگر کسی کو رمضان کی پہلی رات میں بے ہوشی طاری ہوگئی تو چونکہ عام طور سے مسلمان کی روزہ رکھنے کی نیت شروع وقت سے ہوتی ہے اس لئے وہ سوائے پہلے دن کے تمام روزوں کی قضا کرے جبکہ مریض کا تمام روزے رکھنے کا معمول ہو۔ یہ اس وقت ہے جبکہ پہلے دن میں روزہ کے اوقات میں کسی ذریعہ سے معدہ وغیرہ میں کوئی غذا یا دوا داخل نہ کی گئی ہو۔ ورنہ اس دن کی بھی قضا کرے۔

مسئلہ: اگر شعبان کے آخری دن میں بے ہوشی ہوئی اور تمام رمضان بے ہوشی رہی تو وہ پورے ماہ رمضان کے روزہ قضا کرے کیونکہ رمضان شروع ہونے سے پہلے روزے کی نیت کرنا صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص کے رمضان کے روزے مرض کی وجہ سے فوت ہو گئے اور مرض کا عذر ابھی باقی تھا کہ وہ مر گیا تو اس پر ان روزوں کی قضا واجب نہیں ہے کیونکہ عذر کی حالت میں مرجانے کی وجہ سے اس نے وہ دن ہی نہیں پائے جن میں اس پر فوت شدہ روزوں کی قضا واجب ہوتی اور اس پر فتنہ کے لیے وصیت کرنا بھی واجب نہیں ہے، کیونکہ فدیہ کی وصیت کا واجب ہونا قضا لازم آنے کی فرع ہے..... یہ حکم اس وقت ہے وہ مریض یہ امید رکھتا ہو کہ اس کا مرض جاتا رہے گا۔ (عمدة الفقہ ص 344 ج 3)

فدیہ کا بیان

مسئلہ: جسکو اتنا بڑھا پا ہو گیا ہو کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہی یا اتنا بیمار ہے کہ اب اچھے ہونے کی امید نہیں نہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو صدقہ فطر کے برابر یعنی پونے دو کلو گندم یا اس کا آٹا یا اس کی قیمت دے دے یا صبح و شام پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ مسئلہ: اگر ایک فدیہ دو یا زائد مسکینوں میں تقسیم کیا تو یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ: ایک مسکین کو ایک دن میں ایک سے زیادہ فدیہ نہ دیا جائے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی اس بارے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق یہاں مذکور ہے۔ دوسری روایت کے مطابق ایک مسکین کو دو دن کے روزوں کے فدیہ میں ایک صاع گندم دے دیے تو جائز ہے بخلاف کفارہ یمین وغیرہ کے کیونکہ اس میں تعدد انص سے ثابت ہے۔ (عمدة الفقہ ص 343 ج 3)

مسئلہ: پورے مہینہ کا فدیہ شروع رمضان میں بھی دیا جاسکتا ہے اور آخر رمضان میں بھی۔
مسئلہ: پھر اگر کبھی طاقت آگئی یا بیماری سے اچھا ہو گیا تو سب روزے قضا رکھنے پڑیں گے اور جو فدیہ دیا ہے اس کا ثواب الگ ملے گا۔

مسئلہ: اگر فقر و تنگ دستی کی وجہ سے فدیہ دینے پر قدرت نہیں ہے تو بس اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔
مسئلہ: کسی بھی قسم کا ٹیکہ خواہ وہ عضلاتی ہو یا ویدی ہو لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یہاں تک کہ اگر کسی طبی ضرورت سے گلو کوز کی بوتل بھی چڑھائی جائے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح خون

چڑھانے (Transfusion Blood) سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ (1) دوا جسم کے اندر کسی منفذ (Opening) سے داخل نہیں ہوئی (2) دوا کسی جوف (Cavity) میں داخل نہیں ہوئی۔

مسئلہ: محض روزہ کی مشقت کم کرنے کیلئے (Drip) لگوانا مکروہ ہے پھر بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: انجائنا (Angina Pectoris) کے مریض اگر روزہ کی حالت میں Angised گولی زبان کے نیچے رکھ لیں اور اس کا خیال رکھیں کہ لعاب حلق کے نیچے اترنے نہ پائے تو منہ کی اندرونی تہہ سے اس کے جذب ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر لعاب حلق میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا لہذا احتیاط بہتر ہے۔

مسئلہ: روزہ دار نے دوا چکھی اور اس کا مزہ اپنے حلق میں پایا لیکن دوا حلق میں نہیں گئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ: نشے والا آدمی اگر نیت کا وقت گزرنے سے پہلے ہوشیار ہو گیا اور اس وقت اس نے روزہ کی نیت کر لی تو اس کا روزہ صحیح ہو جائے گا کیونکہ رمضان کے روزے کیلئے رات کو نیت کرنا شرط نہیں ہے اور اگر ہوشیار ہونے سے پہلے روزہ کی نیت کا وقت گزر گیا تو اس روزہ کی قضا لازم ہوگی۔

مسئلہ: کچھنے لگوانے (Cupping) اور اسی طرح فصد کھلوانے (Venesection) اور کسی مریض کیلئے خون دینے (Donation Blood) سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ البتہ اس سے ہونے والے ضعف کی بنا پر بہتر ہے کہ روزہ کی حالت میں ایسا نہ کرے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اخْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کچھنے لگوائے (اور خون نکلوایا) جبکہ آپ روزہ سے تھے۔





صدقہ فطر اور روزے کے فدیہ کی مقدار اور ان کے چند مسائل

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق فطرانہ اور ایک روزے کا فدیہ پونے دو کلو گرام یا اس کی قیمت ہے۔
اس سال یعنی 1441ھ بمطابق 2020ء پونے دو کلو گرام کی قیمت کے لحاظ سے

100

فطرانہ اور ایک روزے کا فدیہ کی رقم

روپے ہے۔

روزے کے فدیہ کے چند مسائل:

- 1- جس کو اتنا بڑھا ہوا گیا ہو کہ گرمی سردی کسی موسم میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو یا اتنا بیمار ہے کہ اب اچھا ہونے کی امید نہیں، اور نہ گرمی سردی کسی موسم میں روزہ رکھنے کی طاقت ہے تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو صدقہ فطر کے برابر یعنی پونے دو کلو گرام یا اس کی قیمت دے لے یا حج و شام بیتھ بھر کھانا کھلا دے۔
- 2- اگر ایک روزے کا فدیہ کی رقم دو یا زائد سکینوں میں تقسیم کی تو یہ بھی درست ہے۔
- 3- احتیاطاً یہ ہے کہ ایک مسکین کو ایک دن میں ایک روزے کا فدیہ کی رقم سے زیادہ نہ دی جائے۔ تاہم امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت کے مطابق ایک مسکین کو ایک دن کے روزے کے فدیہ کی رقم سے زیادہ مثلاً دو دن کے روزوں کے فدیہ کی رقم بھی دے سکتے ہیں۔
- 4- اگر فطر دنگ دہی کی وجہ سے فدیہ دینے پر قدرت نہیں تو بس اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔
- 5- پورے مہینہ کا فدیہ شروع رمضان میں بھی دیا جاسکتا ہے اور آخر میں بھی اور درمیان میں بھی دیا جاسکتا ہے البتہ رمضان شروع ہونے سے پہلے دینا درست نہیں۔

صدقہ فطر کے چند مسائل:

- 1- جس شخص کی ملکیت میں حاجات اصلیہ (بنیادی ضروریات) کے علاوہ ساڑھے ہاون تولہ چاندی کی مالیت کی کوئی چیز ہو اس پر اپنی طرف سے اور اپنی تاباخی اولاد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ ساڑھے ہاون تولہ چاندی کی مالیت موجودہ دوسرے چالیس بیٹا میں ہزار کے لگ بھگ ہے۔ مزید احتیاط کے لیے موقعہ پر معلوم کیا جاسکتی ہے۔
 - 2- کسی کے پاس ضروری اسباب سے زائد مال و اسباب ہیں لیکن وہ قرض دار بھی ہے تو قرضہ منہا کر کے دیکھو کیا بچتا ہے؟ اگر اتنی قیمت کا اسباب بچ رہے جتنے میں ساڑھے ہاون تولہ چاندی آجاتی ہو تو صدقہ فطر واجب ہے اور اگر اس سے کم بچے تو صدقہ فطر واجب نہیں۔
 - 3- کسی شخص کے پاس صرف دو تولہ سونا ہو اس کے علاوہ نہ چاندی ہو نہ نقدی ہو نہ مال تجارت ہو اور نہ ہی ضرورت سے زائد کچھ سامان ہو تو اگر دو تولہ سونے کی قیمت ساڑھے ہاون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا زائد ہو تو اس شخص پر صدقہ فطر واجب ہے۔
 - 4- جس نے کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھے اس پر بھی یہ صدقہ واجب ہے اور جس نے روزے رکھے اس پر بھی واجب ہے۔
 - 5- عید کے دن جس وقت فجر کا وقت آتا ہے اسی وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے اس سے پہلے واجب نہیں ہوتا لیکن اگر کسی نے صدقہ فطر عید کے دن سے پہلے ہی رمضان میں دے دیا تب بھی ادا ہوا گیا۔ اب دوبارہ دینا واجب نہیں۔
 - 6- بہتر یہ ہے کہ نماز کے لیے عید گاہ میں جانے سے پہلے ہی صدقہ فطر دے دے اگر پہلے نہ دیا تو فجر بعد میں بھی۔
 - 7- ایک آدمی کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دے یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی فقیروں کو دے دونوں باتیں جائز ہیں۔
 - 8- اگر کئی آدمیوں کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دے دیا یہ بھی درست ہے۔
 - 9- جن لوگوں کو کو کو دینا جائز ہے ان کو صدقہ فطر دینا بھی جائز ہے اور جن کو کو دینا جائز نہیں ان کو صدقہ فطر دینا بھی جائز نہیں۔
- نوٹ: زکوٰۃ کے مستحق وہ لوگ ہیں کہ جن کی ملکیت میں ان کی حوائج اصلیہ (بنیادی ضروریات زندگی) کے علاوہ اور اگر وہ قرض ہیں تو قرض کے علاوہ ساڑھے ہاون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر کوئی چیز نہ ہو خواہ وہ چیز سونا ہو یا نقدی ہو یا خالی پلاٹ ہو یا کوئی ناقص سامان ہو۔

03004113082

مستشرق حضرات کا ایک مثال آن لائن

دفتر سائنس و تحقیق کے احکامات کے لیے
www.darululoomhaqqania.org

+923222333224 darulataqwa.online@gmail.com ifta4u@yahoo.com

www.darulataqwa.org ifta4u@yahoo.com

Mufti Online: +923004113082



فون: دارالافتاء وافتاحین

Cell: 0300-4275117

Tel: 042-37415559 0321-4374616

042-37414005 0333-4400857

ifta4u@yahoo.com www.askfatwa.com





جامعۃ دارالتقویٰ

محترم و مکرم جناب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے کہ آپ خیر و عافیت سے ہونگے۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ جامعہ دارالتقویٰ ملک کی معروف ڈیڑھ لاکھوں میں سے ایک ہے اللہ کے فضل سے جامعہ جس کی ابتدا 1967ء میں ایک حفظہ کے مدرسے سے ہوئی تھی آج اس کی 22 شاخیں پورے ملک میں علم دین کی شہرت میں معروف عمل ہیں۔

جامعہ میں شعبہ حفظہ، شعبہ تفسیر (درس نظامی کورس) تخصص اور سکول کے شعبوں میں 3500 سے زائد طلباء و طالبات علم دین سے مستفید ہو رہے ہیں۔ الحمد للہ اس کے علاوہ جامعہ مزید مختلف شعبوں پر بھی کام کر رہا ہے جیسے مختلف عنوانات پر عوام کی دینی رہنمائی کے لئے سیمینارز اور سوشل میڈیا پینٹ میڈیا کے ذریعہ عوام کی دینی رہنمائی کرنے۔

جامعہ کے سارے نظام کو چلانے میں اللہ تعالیٰ نے جس طرح اہل جامعہ کی خدمات کو قبول کیا ہے اسی طرح آپ حضرات کی توجہ اور دعائیں بھی شامل رہی ہیں۔ جامعہ کی مختلف شعبہ جات میں ترقی کے باعث ضروریات اور اخراجات میں بھی بے حد اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

جامعہ آپ حضرات کا شکر یہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ آپ حضرات سے عطیات، ذکوۃ، صدقات کی مدد میں تعاون بڑھانے کا خواہنا ہے آپ حضرات سے یہ بھی گزارش ہے کہ اپنے متعلقین کو بھی اس کا بخیر کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ اجر و ثواب میں آپ کا حصہ مزید بڑھ سکے۔ نیز جامعہ نے تین کنال کا ایک قطعہ ارضی خریدی ہے جس پر دارالقرآن کی تعمیر کارواہ ہے اس میں اپنے بزرگوں کیلئے صدقہ جاریہ کے طور پر حصہ لیں۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن شریف میں ارشاد ہے، کوں ہے جو اللہ کو اچھا ترس دے پھر اللہ اس کو بہت بڑھا کر دیگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے جو شخص نیکی کی طرف کسی کی رہنمائی کرتے ہیں اس کو اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا نیکی کرنے والے کو۔ رمضان میں نیکی کا اجر کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ نیز چونکہ اکثر اہل ثروت حضرات رمضان المبارک میں اپنی ذکوہہ کرتے ہیں اسلئے آپ حضرات سے عرض ہے کہ اپنے متعلقین کو بھی رمضان المبارک میں اس کا بخیر کی طرف متوجہ فرمائیں۔

امید ہے کہ اس تعاون علی الخیر میں مزید آگے بڑھ کر حصہ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی کوششوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرما کر دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنائے۔

مخانیب: انتظامیہ

جامعہ دارالتقویٰ

جناب اللہ خیر الحسن الجوام

ایم آئی بی MIB گلشن راوی برانچ

اکاؤنٹ نامنٹل

DAR UL TAQWA TRUST

برانچ کوڈ نمبر: 159

اکاؤنٹ نمبر: 1001820660001



مرکزی دفتر: ہنسل جامع مسجد الہدال، چوہدری پارک، لاہور
03217771130/04237414665

DAR UL-TAQWA (TRUST)

Muzaffar Jinnah Marg, Al-Huda Chaurang Park, Lahore

+923222333224 darultaqwa.online@gmail.com ita4u@yahoo.com

www.darultaqwa.org | jamiadarultaqwa | Multi Online: +923004113082